اکابر دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر گجرات

فہرست

ناشر:......مجلس تحفظ حدیث و فقہ بہاولپور
0301-7790908 0334-4612774

فی شمارہ 20......زر سالانہ 240 روپے

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ

سنی مؤقف

عقائد و افکار کی اصلاح کے لیے چند راہ نما اصول

(......قسط نمبر 4......)

بعض شبہات کا ازالہ!

۱......قادیانی دجال کے پیروکار یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ''نبوت و رسالت'' تو بنی آدم کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جس کا سلسلہ جاری رہنا ہی بندوں کے لیے انعامِ خداوندی ہے۔ اس لیے اس نعمت کا ''ختم'' ماننا انکار و کفرانِ نعمت ہے۔؟

الجواب! بلاشک ''نبوت و رسالت'' بنی آدم کے لیے نعمت ہے اور ''عقیدہ ختم نبوت'' کا مفہوم یہ نہیں کہ ''نعمتِ نبوت'' بالکل ہی ختم ہوگئی ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی نبوتوں کے سلسلہ کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی نبوت و رسالت ''رسالتِ محمدیہ'' کی صورت میں اس آخری امت کو عطا فرمائی ہے جو قیامت تک رہے گی۔ حضرت محمد رسول اللہ ''آفتابِ رسالت'' ہیں۔ اور آفتاب عالمتاب کے ہوتے ہوئے اور کسی روشنی کی ضرورت نہیں رہتی۔ ''ختم نبوت'' سے مراد 'اعطائے نبوت' کا انقطاع ہے نہ کہ آفتاب نبوت و رسالت کا۔

۲......''عقیدہ ختم نبوت'' کے باوجود مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ اٹھالیا ہے۔ آپ پر ابھی تک طبعی موت نہیں آئی اور آپ قربِ قیامت میں آسمان سے نازل ہونگے اور ''دجالِ اکبر'' کو قتل کریں گے۔

اس پر مرزائی گروہ یہ اعتراض کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ مسلمانوں کے ''عقیدہ ختم نبوت'' کے منافی ہے۔ اور اگر نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا عقیدہ ''ختم نبوت'' کے منافی نہیں حالانکہ وہ بھی ''نبی'' ہیں تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ''نبی'' ماننا بھی ''عقیدہ ختم نبوت'' کے خلاف نہیں ہے؟

الجواب! حضرت محمد رسول اللہ کی ''ختم نبوت'' کا جو مفہوم تمام امتِ محمدیہ مانتی ہے اور جس کی وضاحت مندرجہ بالا مفہوم میں کر دی گئی ہے وہ ''عقیدہ ختم نبوت'' کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہیں نہ کہ بعد کے۔ آپ کا دورِ رسالت تو نبی کریم خاتم النبیین صلی

اللہ علیہ وسلم سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال پہلے گزر چکا ہے جس میں آپ نے بنی اسرائیل کو تبلیغ رسالت فرمائی اور باذن اللہ آپ سے ''احیاءِ موتٰی'' جیسے عظیم معجزات کا ظہور بھی ہو چکا ہے اور مروجہ سنِ عیسوی بھی (جو اَب ۱۹۷۹ء ہے) اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو طویل حیات عطا فرمائی ہے۔ اور جسم عنصری سمیت آسمانوں پر اٹھالیا ہے اور دوبارہ آپ زمین پر نزول فرمائیں گے تو اس وقت آپ ''اپنی نبوت'' کی تبلیغ نہیں فرمائیں گے بلکہ ''شریعت محمدیہ'' کی تبلیغ فرمائیں گے۔ لہٰذا رفعِ عیسےٰ و نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ ''ختم نبوت'' کے بالکل خلاف نہیں ہے۔ بہر حال رفع و نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ بھی برحق ہے اور ''ختم نبوت'' کے مذکورہ مفہوم پر امت مسلمہ کا اجماع بھی برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام دجالی فتنوں سے ملت اسلامیہ کو محفوظ رکھیں۔ (آمین)

۳......قیامت! ''قیامت'' پر ایمان لانا بھی ''توحید و رسالت'' کی طرح فرض ہے فرداً فرداً ''اولادِ آدم'' کی موت کے بعد تمام بنی آدم بلکہ موجودہ تمام جہان دنیا کی اکٹھی موت کے دن کو ''روزِ قیامت'' کہتے ہیں اور اس دن انسان کے تمام ''اعمالِ زندگی'' کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا جو اس نے اس دنیا میں انجام دیئے تھے۔ اس لیے قیامت کو ''یوم الدین'' (روزِ جزا) بھی کہتے ہیں، حق تعالیٰ ''جنتی اعمال'' والوں کو ''جنت'' میں اور ''جہنمی اعمال'' والوں کو ''دوزخ'' میں داخل کریں گے۔ ''کافر'' ہمیشہ ''جہنم'' میں اور ''اہلِ ایمان'' آخرکار ''جنت'' میں داخل ہو جائیں گے۔

رسول کامل!

تمام پیغمبر ''بے عیب'' اور ''معصوم'' ہیں اور اپنے اپنے درجہ میں ''کامل'' ہیں ہر نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے امت کی ہدایت کیلئے حسبِ ضرورت کمالاتِ نبوت دے کر مبعوث فرمایا ہے لیکن اس آخری امت کیلئے رب العٰلمین نے حضور رحمۃ للعالمین کو خاتم النبیین (آخری نبی) بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور اب کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا اور قیامت تک ہر زمان و مکان کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ''نبوت و رسالت'' تمام جن و انس کے لیے ہے اس لیے خالقِ کائنات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ''نبوت اور رسالت'' کے سارے کمالات عطا فرما دیئے ہیں، نہ صرف سیرت بلکہ صورت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ شان رکھتے ہیں۔ معجزات محمدی انبیائے سابقین علیہم السلام کے معجزات سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملائکہ اور انبیاء وغیرہ ساری مخلوق سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ''قربِ خداوندی'' حاصل ہے وہ اور کسی پیغمبر اور فرشتہ کو حاصل نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جسمانی اور روحانی خصائص عطا کیے گئے ہیں وہ اور کسی کو نہیں عطا کیے گئے۔ عالمِ دنیا، عالمِ برزخ اور عالمِ آخرت وغیرہ تمام جہانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ''سیادت و امارت'' حاصل ہے۔ چنانچہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

''اَنَا سَیِّدُ وُلد اٰدَم یوم القیمة ولا فخر، وبیدی لوآءُ الحَمْدِ ولَا فَخر، ومَا مِن نبی یومئذ اٰدم فمن سواہ الاتحتَ لوائیْ.'' (مشکوٰۃ شریف۔ج۲،ص۵۲۳،حدیث نمبر۵۵۱۰)

ترجمہ: میں قیامت کے دن تمام ''اولادِ آدم'' کا سردار ہوں گا اور مجھے فخر نہیں ہے اور میرے ہاتھ میں اللہ کی حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں ہے اور حضرت آدم اور تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے اور فخر نہیں ہے۔

علاوہ ازیں نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت میں تمام بنی آدم کے لیے ''شفاعتِ کبریٰ'' کا مقام نصیب ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر اعتبار سے ''رسولِ کامل'' (آفتابِ رسالت) ہیں خالق کائنات نے اپنی مخلوق میں آپ جیسا باکمال نہ پیدا کیا ہے اور نہ آئندہ پیدا کرے گا۔

دینِ کامل!

اللہ تعالی نے ہر نبی علیہ السلام کو ان کی امت اور زمانہ کے احوال کے مطابق جو دین دیا ہے وہ ان کی ضروریات کے تحت ہدایت کیلئے کامل تھا۔ انبیائے سابقین علیہم السلام کے احکامِ شریعت اپنی اپنی امت کے لیے کافی تھے لیکن ''اُممِ سابقہ'' کو جو دین دیا گیا تھا انبیائے سابقین علیہم السلام کے احکامِ شریعت اپنی اپنی امت کے لیے کافی تھے لیکن ''امم سابقہ'' کو جو دین دیا گیا تھا وہ قیامت تک کے ہر دور اور ہر قوم کیلئے کافی نہ تھا کیونکہ ان انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت کا زمانہ محدود تھا۔ اور حضور خاتم الانبیاء کی ''نبوت و رسالت'' چونکہ قیامت تک کے لیے ہے اب نہ کوئی نئی نبوت ہوگی اور نہ ہی کوئی نئی شریعت۔ اس لیے اللہ تعالی نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کے تحت اس آخری امت کی ہدایت کے لیے جو دین عطا فرمایا ہے وہ قیامت تک کی امت کے لیے ہر دور اور ہر قوم کی ضرورت کے لیے اصولی طور پر کافی جامع اور کامل ہے جس طرح ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''آخری نبی'' کی حیثیت سے ''کامل علی الاطلاق'' اور نبوت و رسالت کے تمام کمالات کے جامع ہیں۔ اسی طرح آنحضرت کو جو دین دیا گیا ہے وہ بھی بہ نسبت سابقہ ادیان کے ''کامل علی الاطلاق'' ہے کہ خواہ انسان اور زمان میں ہزاروں انقلابات آتے رہیں یہی دین اصولی طور پر تربیت و تکمیل انسانیت کے لئے منبع ہدایت رہے گا۔ اسی بنا پر رب کائنات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ''ختم نبوت'' کی طرح قرآن مجید میں تکمیلِ دین کا بھی اعلان فرمادیا ہے۔

''اَلْیَومَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً''
(پارہ۶۔سورۃ المائدہ،رکوع۱،آیت۳)

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لیے میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا ہے اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور میں نے تمہارے لیے ''دینِ اسلام'' پسند کرلیا۔ (جاری ہے......)

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ

مودودی مذہب

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے خودساختہ گمراہ کن نظریات کا تحقیقی جائزہ

(......قسط نمبر 4......)

(۸) اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے خود غلطیاں کرائی ہیں

''لیکن ان حضرات نے شاید اس امر پر غور نہیں کیا کہ عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے مصلحتاً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لیے بھی ان سے منفک ہو جائے تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاء سے ہو سکتی ہے۔ اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں۔ تا کہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں۔'' [تفہیمات، ج:۲،ص:۴۳۔طبع دوم]

تبصرہ...... یہاں مودودی صاحب نے حسب ذیل امور کی تصریح کر دی ہے:

[۱]......اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے بعض دفعہ اپنی حفاظت (عصمت) اٹھالی ہے۔

[۲]......عام انسانوں کی طرح انبیاء سے غلطیاں ہوتی ہیں۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ سے کسی نہ کسی وقت ہر نبی سے اپنی حفاظت اٹھا کر ان سے غلطیاں کرائی ہیں۔

[۴]...... یہ غلطیاں انبیاء سے اس لیے کرائی گئی ہیں تا کہ لوگ ان کو خدا نہ سمجھیں۔

مودودی صاحب نے ان باتوں کو انبیاء کی طرف منسوب کر کے ان کی بھی توہین کی ہے اور نعوذ باللہ ،اللہ تعالیٰ کی بھی۔ کیونکہ انبیاء کرام سے اگر کوئی لغزش ہوتی ہے تو وہ محض بھول چوک اور خطائے اجتہادی ہُوا کرتی ہے۔ جو عصمت کے خلاف نہیں ہوتی۔ اس وقت بھی انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ انبیاء کی لغزشوں کو اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگا کر تو مودودی صاحب نے خالقِ کائنات کو بھی نعوذ باللہ ہدف طعن بنا دیا۔

اور مودودی صاحب نے انبیاء سے غلطیاں کرانے کی جو یہ حکمت بیان کی ہے کہ لوگ ان کو خدا نہ سمجھیں تو یہ کتنی بڑی کم فہمی کی بات ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام کو خدا نہ سمجھنے کے لیے تو ان کا پیدا ہونا، کھانا پینا اور اولاد رکھنا ہی کافی دلیل ہے، اس کے لیے کیا ضروری ہے کہ نعوذ باللہ ان سے غلطیاں ہی کرائی جائیں؟

علاوہ ازیں ہمارا سوال مودودی صاحب سے یہ ہے کہ:

(الف) کیا سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی آپ کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب اعظم سے بھی خود غلطیاں کرائی ہیں؟

(ب) آپ کی نظر میں وہ غلطیاں کون کون سی ہیں؟ اللہ تعالیٰ فہم وادب نصیب فرمائیں۔

(۹) انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے سزائیں بھی دی ہیں

''چہارم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقبول بارگاہ ہونے کے باوجود اور اس کی طرف سے بڑی بڑی حیرت انگیز طاقتیں پانے کے باوجود، تھے تو بندے ہی اور بشر ہی۔ الوہیت ان میں سے کسی کو حاصل نہ تھی، رائے اور فیصلے میں غلطی بھی کرتے تھے، بیمار بھی ہوتے تھے، آزمائشوں میں بھی ڈالے جاتے تھے حتیٰ کہ قصور بھی ان سے ہو جاتے تھے اور انہیں سزا تک دی جاتی تھی۔'' [ترجمان القرآن، ص:۱۵۸۔۱۹۵۵ء]

تبصرہ ...... بے شک انبیاء کرام سب اللہ کے بندے اور انسان (بشر) ہیں، لیکن وہ باوجود اس کے معصوم (گناہوں سے پاک) بھی ہیں، ان سے جو بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے وہ حقیقتاً گناہ اور جرم کے درجہ پر نہیں ہوتی، لہٰذا مودودی صاحب کا یہ لکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کو سزا تک دی جاتی تھی، بہت بڑی گستاخی ہے، کیونکہ رائے اور فیصلے کی غلطی قابل تنبیہ تو ہوتی ہے قابل سزا نہیں ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام پر جو مصیبتیں نازل ہوتی ہیں وہ جُرم کی بنا پر نہیں بلکہ ان کی عظمت شان کے پیش نظر ان کے درجات اور زیادہ بلند کرنے کے لیے ہیں۔ کیا مودودی صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رائے کی غلطی پر کیا سزا ملی؟ العیاذ باللہ۔ انبیاء کرام کی معصوم شخصیتیں مجرم اور قابل سزا نہیں ہوتیں۔ وہ تو لوگوں کے جرائم کا ازالہ کرنے کے لیے آتے ہیں۔ واللہ الھادی۔

(۱۰) حضرت آدم علیہ السلام پر تنقید

(الف) ''علاوہ ازیں اگر موقع ومحل اور سیاق وسباق کی مناسبت کو دیکھا جائے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی <u>پوزیشن</u> صاف کرنے کے لیے <u>یہ قصہ نہیں بیان کر رہا۔</u> بلکہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ بشری کمزوری کیا تھی جس کا صدور ان سے ہوا۔ اور جس کی بدولت صرف وہی نہیں بلکہ ان کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی <u>پیشگی تنبیہات کے باوجود</u> اپنے دشمن کے پھندے میں پھنسی اور پھنستی جا رہی ہے۔''

(ب) نیز آدم علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:

''مگر اس عہدے پر مستقل تقرر ہونے سے پہلے امتحان لینا ضروری سمجھا گیا تاکہ <u>امیدوار</u> کی صلاحیتوں کا حال کھل جائے اور یہ ظاہر ہو کہ اس کی کمزوریاں کیا ہیں اور خوبیاں کیا ہیں۔ چنانچہ امتحان لیا گیا اور جو بات کھلی وہ یہ تھی کہ یہ امیدوار تحریص واطماع کے اثر میں آکر پھسل جاتا، اطاعت کے عزم پر مضبوطی

سے قائم نہیں رہتا اور اس کے علم پر نسیان غالب آ جاتا ہے۔ اس امتحان کے بعد آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو مستقل خلافت پر مامور کرنے کی بجائے آزمائشی خلافت دی گئی اور آزمائش کے لیے ایک مدت (اجل جس کا اختتام قیامت پر ہوگا) مقرر کر دی گئی۔ اس آزمائش کے دور میں امیدواروں کے لیے معیشت کا سرکاری انتظام ختم کر دیا گیا۔ اب اپنی معاش کا انتظام انہیں خود کرنا ہے۔ البتہ زمین اور اس کی مخلوقات پر ان کے اختیارات برقرار ہیں۔'' (ایضاً ترجمان القرآن صفحہ ۱۲۹ مئی ۱۹۵۵ء)

تبصرہ ......(الف) یہاں مودودی صاحب نے آدم علیہ السلام کے لیے ''امیدوار'' کا لفظ استعمال کر کے بنیادی غلطی کی ہے (اور نعوذ باللہ نبوت کو بھی کوئی آج کل کا سیاسی منصب سمجھ لیا ہے) کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام خود امیدوار خلافت نہ تھے۔ بلکہ ان کو پیدا ہی خلافت کے لیے کیا گیا تھا، ان کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ پر اپنا ارادہ ظاہر کر دیا تھا۔ **انی جاعل فی الارض خلیفة** (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) یعنی آپ نامزد خلیفہ تھے۔

(ب) مودودی صاحب کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ جنت میں خلافت کا امتحان لینے کے لیے رکھا گیا تھا۔ کیونکہ خلافت کی استعداد اللہ تعالیٰ نے خود ان میں رکھی اور ان کی خلافت وہبی تھی نہ (کہ) کسبی۔ اور یہی زمین کی خلافت اصلی خلافت ہے جس کو مودودی صاحب آزمائشی خلافت کہتے ہیں۔ جنت میں تو اس زمینی خلافت کا پھل ملے گا۔ کیونکہ آخرت کو قرآن نے یوم الدین (روزِ جزا) قرار دیا ہے۔ کیا مودودی صاحب کو یہ منظور نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی پوزیشن صاف ہو؟

آیاتِ قرآنی سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے میں ان کی پوزیشن کی صفائی بھی منظور ہے۔ کیونکہ آپ سے کسی درخت کا پھل کھانے سے جو لغزش ہوئی ایک ناواقف اور ظاہر بین آدمی اس کو آدم علیہ السلام کا جرم اور گناہ سمجھ سکتا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس قصہ کی تفصیل بتلا کر واضح کر دیا کہ یہ لغزش ان سے بالارادہ نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی نیت یقیناً پاکیزہ تھی۔ البتہ نسیان (بھول جانے) کی وجہ سے وہ درخت کا پھل کھا بیٹھے۔ جیسا کہ فرمایا:

فنسی آدم ولم نجد له عزماً (پس آدم بھول گئے اور ہم نے ان کا ارادہ نہیں پایا)

باقی رہا آپ کا استغفار فرمانا تو یہ سرورِ کائنات محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا سبب بھی کوئی گناہ ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کوئی بھول چوک ہو جاتی ہے تو وہ اس کو اپنے بلند مقامِ نبوت کے پیشِ نظر بڑا سمجھتے ہیں اور حق تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتے ہیں۔

(جاری ہے۔۔۔۔)

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

مسئلہ وحدۃ الوجود......اور......آل غیر مقلدیت

(......قسط نمبر 7......)

محدثین و محققین کے نزدیک ابن عربی کا مقام

آل غیر مقلدیت کے رسالہ ''الاعتصام'' میں لکھا ہے:

''ابن عربی تاریخ اسلام کی ایک ممتاز اور متنازعہ شخصیت ہے اس کے فلسفۂ وحدت الوجود کی بناء پر شروع ہی سے کچھ لوگ اس کے شدید مخالف اور کچھ لوگ اس کے سخت حامی چلے آ رہے ہیں اس کے مخالف اسے ملحد اور زندیق تک قرار دیتے ہیں جب کہ اس کے حامی اسے اولیاء اللہ اور تنقید سے بالاتر لوگوں میں شمار کرتے ہیں مخالفین میں بھی بڑے بڑے محدثین اور اہل علم شامل ہیں اور موافقین میں بھی۔''

[الاعتصام، اشاعت خاص، بیاد: عطاء اللہ حنیف، ص:۳۱۴]

الاعتصام کی یہ عبارت بتا رہی ہے کہ ابن عربی کی موافقت کرنے والے بڑے بڑے محدثین اور اہل علم بھی ہیں......اور آل غیر مقلدیت کے نزدیک محدثین تارکِ تقلید (غیر مقلد) تھے اور اہل علم بھی ان کے ہاں غیر مقلد ہی ہوا کرتے ہیں کیونکہ ان کے بقول تقلید جہالت ہے اور مقلد جاہل ہوتا ہے۔

[دین میں تقلید کا مسئلہ، ص:۸۵۔ رسائل بہاولپوری، ص:۲۷۰۔ وغیرہ]

آل غیر مقلدیت کے ''جلیل القدر بزرگ'' نواب صدیق حسن خان صاحب نقل کرتے ہیں:

''"اما المحققون فقد اجمعوا علی جلالته فی سائر العلوم" بہرحال محققین نے تمام علوم میں ان (ابن عربی) کی جلالت شان پر اجماع کیا ہے۔'' [التاج المکلل، ص:۱۲۳]

آل غیر مقلدیت کے نزدیک مقلد ''تقلید کرنے والا محقق نہیں بن سکتا۔ محقق ''غیر مقلد'' ہی ہوتا ہے۔

ابن عربی کے مزار سے حصولِ برکت

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

''"قال المقری: وقد زرت قبره و تبرکت به مرار، رأیت لوائح الانوار علیه ظاهرة ولا یجد منصف محیدا الی انکار مایشاهد عندقبره من الاحوال الباهرة۔ مقری نے کہا: اور تحقیق میں نے ان (ابن عربی) کی قبر کی زیارت کی اور کئی بار اس سے تبرک حاصل کیا ہے ان کی قبر پر انوار کے آثار نمایاں نظر آئے اور وہاں مشاہدہ کیے جانے والے عظیم احوال سے کوئی منصف مزاج انکار نہیں

کر سکتا۔''[التاج المکلل ،ص:۱۲۴]

نواب صاحب نے ابن عربی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی قبر سے تبرک کو بھی جائز قرار دے دیا، اگر ان کے نزدیک یہ تبرک جائز نہ ہوتا تو وہ ان کے مقام و مرتبہ کو سراہتے ہوئے مقری کا یہ قول ذکر نہ کرتے اور اگر ذکر کرتے بھی تو اس کا رد اور بطلان ضرور ذکر کرتے۔[کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ،ص:۱۵۱۔بتغییر]

دعائے ابن عربی کی پرواز

مجددِ آل غیر مقلدیت نواب صدیق حسن صاحب نے صاحبِ قاموس، مجدالدین فیروز آبادی کا قول نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"انہ کان شیخ الطریقة حالا وعلما...... محیی رسوم المعارف فعلا واسما، عباب لاتکدره الدلاء........... کانت دعواته تخترق السبع الطباق وتفترق برکاته فتملأ الآفاق۔"

بلاشبہ وہ (ابن عربی) شان اور علم کے اعتبار سے طریقت کے شیخ تھے، کام اور نام کے اعتبار سے علاماتِ معارف کو زندہ کرنے والے تھے، وہ ایک ایسا چشمہ تھے جسے ڈول مکدر اور گندا نہیں کر سکتے، ان کی دعائیں سات آسمانوں کا پردہ چاک کر دیتی تھیں اور ان کی برکات نے پھیل کر آفاق کو پُر کر دیا تھا۔

[التاج المکلل،ص:۱۲۳]

نواب صاحب نے صاحبِ قاموس کا بیان نقل کر کے اس کی تردید نہیں کی بلکہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے موافق ہیں، واللہ اعلم۔

وحدۃ الوجودی صوفیاء......اور......غیر مقلدیت

عطاء اللہ ڈیروی غیر مقلد لکھتے ہیں: ''وحدت الوجود ہر صوفی کا عقیدہ ہے۔''[عقیدہ صوفیت،ص:۹۲]

ڈیروی صاحب نے خواجہ معین الدین چشتی، ابو یزید بسطامی وغیرہ کئی صوفیاء کو وحدۃ الوجودی قرار دیا ہے۔[عقیدہ صوفیت،ص:۹۵۔۱۰۴]

آل غیر مقلدیت کے مشہور مصنف نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں:

''مسئلہ وحدت الوجود کا دارومدار حضرات صوفیہ کے کشف و شہود پر ہے اور علماء اور صوفیہ نے اس کے متعلق بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے ہیں، مثلاً طبقہ قادریہ میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی......''

[مآثر صدیقی، حصہ چہارم، ص:۳۸]

آل غیر مقلدیت کے مشہور مصنف زبیر علی زئی مماتی صاحب، فتح الباری کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ ابن حجر کے نزدیک وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھنے والے بے حد غالی صوفی ہیں۔''

[علمی مقالات، ج:۲،ص:۴۶۲]

علی زئی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ایک پیر نے اپنے مرید سے کہا: یہ عقیدہ رکھو کہ تمام چیزیں باطنی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں اور ظاہری لحاظ سے اس کے علاوہ اور اس کا مغائر (غیر) ہیں۔'' [حوالہ مذکورہ]

علی زئی صاحب ہی لکھتے ہیں:

''وحدت الوجود کے بڑے داعی اور مشہور حلولی صوفی ابن عربی۔'' [علمی مقالات، ج:۲، ص:۴۶۸]

ڈاکٹر محمد سلیم صاحب لکھتے ہیں:

''ہم تو یہ بتلا چکے ہیں کہ یہ عقائد وحدت وحلول، دینِ طریقت یا تصوف کی جان ہیں۔''
[تبلیغی جماعت کی علمی وعملی کمزوریاں، ص:۷۵]

آل غیر مقلدیت کی ان تصریحات سے ثابت ہورہا ہے کہ وحدۃ الوجود صوفیاء کا عقیدہ ہے، اتنا جان لینے کے بعد صوفیاء کرام کا مسلک ومذہب غیر مقلدین کی زبانی معلوم کریں......

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

''محدثین وظاہریہ وصوفیائے کرام سب میں حق متحقق ہے بلکہ یہ لوگ افضل اہل حق ہیں۔''
[مآثر صدیقی، حصہ چہارم، ص:۳]

غیر مقلدین کے ہاں اہل حق سے مراد اہلحدیث ہوتے ہیں۔

محمد یوسف جے پوری غیر مقلد نقل کرتے ہیں:

''صوفی لوگ مذاہب میں سے (کسی مذہب کا ہو) وہ مسائل اختیار کرتے ہیں جو حدیث کے موافق ہوں۔'' [حقیقة الفقه، ص:۹۰]

آل غیر مقلدیت کے نزدیک حدیث کے موافق مسائل اختیار کرنے والے کو ''اہل حدیث'' کہتے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"فـان الـرجال تعرف بالحق لا الحق بالرجال وهذه خصيصة شريفة خص الله تعالیٰ بهـا اهل الحديث و اهل السلوك ولـم يشاركهم فيها احد من الفقها ء المقلدين و انك لا تجد عالما صوفيا و سالكا فاضلا الا و هو يتقيد بالكتاب والسنة ولا يقلد احدا من الائمة۔

رجال کو حق کے ساتھ پہچانا جاتا ہے نہ کہ حق کو رجال کے ساتھ اور یہ ایک ایسی خوبی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اہل حدیث اور اہل سلوک (صوفیاء کرام) کو مختص فرمایا ہے، اس خوبی میں فقہاء مقلدین میں ان کا کوئی بھی شریک نہیں اور بے شک تو کسی صوفی عالم اور سالک فاضل کو نہیں پائے گا جو کتاب وسنت کا پابند نہ ہو اور وہ ائمہ میں سے کسی کا مقلد نہیں ہوگا'' (التاج المکلل صفحہ ۳۲۷)

نواب صاحب کی اس تصریح کے مطابق صوفیاء کرام اہلحدیث وغیر مقلد تھے۔

نواب صاحب ایک اور جگہ صوفیاء کے متعلق لکھتے ہیں:

''عقائد ایں طائفہ ہماں معتقدات جملہ اہل حدیث واصحاب سنت ست۔(بدور الا ھلہ ،فصل در بیان عقائدِ صوفیہ صفحہ۸)

یعنی اس گروہ (صوفیاء) کے عقائد اہلحدیث اور اصحابِ سنت والے ہیں۔

ابوالاشبال شاغف صاحب لکھتے ہیں: ''ترکِ تقلید صوفیوں کا مسلمہ اصول ہے'' (مقالات شاغف صفحہ ۲۶۵)

ان ساری عبارات کا حاصل یہ ہے کہ وحدۃ الوجود صوفیاء کا عقیدہ ہے اور وہ آلِ غیر مقلدیت کی تصریحات کے مطابق تارکِ تقلید اہلحدیث ہیں۔

آخر میں صوفیاء کو پیش کیا گیا خراج عقیدت بھی ملاحظہ فرمالیں۔

صحیفہ اہلحدیث میں لکھا ہے۔''خاص کر صوفیائے کرام نے تبلیغِ دین اور اصلاحِ اخلاق واعمال کا وہ کام کیا ہے جو مسلمانوں کی تاریخ کا زرّیں باب ہے جس پر ہم قیامت تک فخر کرتے رہیں گے اور ان کے بارِ احسان سے ملتِ مسلمہ دبی رہے گی۔(صحیفہ اہلحدیث یکم محرم ۱۳۸۴ھ صفحہ ۱۴)(جاری ہے۔۔۔)

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد کے شبہات کا ازالہ

(......قسط نمبر ۵......)

تقلید پر بعض اعتراضات کا جائزہ

تقلید واتباع کا اجتماع

آلِ غیر مقلدیت کی تحریروں میں تقلید اور اتباع کو جمع کرنے کی مثالیں بھی ملتی ہیں یعنی ایک ہی قسم کی پیروی کو اتباع وتقلید کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے مثلاً......

۱......ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''سلف میں کسی ایک معین امام کی تقلید واتباع کا تصور نہ تھا وہ جس سے چاہتے مسئلہ دریافت کر لیتے۔'' [مقالات اثری جلد:۱صفحہ:۳۴]

۲......آل غیر مقلدیت کی ایک کتاب میں لکھا ہے:

''لائق تقلید واتباع صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔''

[مذہبی فرقہ پرستی اور اسلام صفحہ ۳۹]

۳......ابوالاشبال شاغف بہاری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''نہ کوئی فرقہ پرستی جائز ہے اور نہ کوئی قابلِ اتباع وتقلید ہے۔'' (مقالات شاغف صفحہ ۴۴۲)

۴......عبدالغفار محمدی غیر مقلد نقل کرتے ہیں:

''اس (قطبیت کے، ناقل) مرتبہ والا شخص سوا شارع علیہ السلام کے کسی اور کا مقلد (متبع) نہیں ہوسکتا۔'' (۳۵۰ سوالات صفحہ ۵۲۰)

۵......آلِ غیر مقلدیت کے ''خاتم المحدثین'' نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں:

''غایت یہ ہے کہ کسی نے اعتقاداً یا عملاً ایک دو مسئلہ میں برخلاف اپنے امام کے کیا اور کسی نے دس پانچ مسئلہ میں۔ یہ تفاوت تو صرف قلت وکثرت کا ہوا نہ (کہ) تقلید واتباع کا۔''

(مآثر صدیقی حصہ چہارم صفحہ ۳)

اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر اتباع وتقلید دونوں الگ الگ چیزیں ہیں جیسا کہ زبیر علی زئی صاحب کا گمان ہے کہ اتباع بادلیل اور تقلید بے دلیل پیروی کو کہتے ہیں تو ایک ہی قسم کی پیروی پر اتباع وتقلید

دونوں لفظ کیوں بولے گئے؟ اگر وہ ''پیروی'' بادلیل ہے تو زعمِ مخالف کے مطابق صرف اتباع کا لفظ بولا جاتا، تقلید کے لفظ سے گریز کیا جاتا اور اگر وہ ''پیروی'' بے دلیل ہے تو مخالف کے علی الرغم اسے تقلید ہی کہا جاتا اس پر اتباع کا اطلاق نہ ہونا چاہئے تھا۔

زبیر صاحب! آلِ غیر مقلدیت کی ''تقلید و اتباع'' کے اجتماع والی عبارات پہ غور فرمائیں کیا ان سے یہ تاثر نہیں ملتا کہ اتباع و تقلید ایک ہی چیز کے دو نام ہیں؟

زبیر علی زئی صاحب سے چند سوالات

زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک اتباع و تقلید میں فرق ہے کہ اتباع بادلیل بات ماننے کو اور تقلید بے دلیل بات قبول کرنے کو کہتے ہیں اس فرق کے پیشِ نظر ہم ان سے چند سوالات کرتے ہیں۔

۱......قرآن کریم میں ہے ذالك بان الذين كفروا اتبعوا الباطل (سورہ محمد آیت ۳)

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا......اسی طرح قرآن میں فرعون اور شیطان کی پیروی پر ''اتباع'' کا لفظ استعمال ہوا۔ فاتبعوا امر فرعون (ھود آیت ۹۷) الا من اتبعك من الغاوین (الحجر آیت ۴۲)

اگر اتباع بادلیل پیروی ہی کو کہتے ہیں تو باطل، فرعون اور شیطان کی پیروی پر کون سی دلیل ہے جس کے پیشِ نظر لوگوں نے ان کی اتباع کی ہے......؟

۲......زبیر صاحب لکھتے ہیں:

''حافظ ابن کثیر الدمشقیؒ کا اور ان کی اتباع میں متعدد علماء مثلاً شیخ البانی رحمہ اللہ کا اس روایت کو امام اسحاق بن راہویہ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔'' (فتاوٰی علمیہ المعروف توضیح الاحکام جلد ۲ صفحہ ۴۸۷)

آپ نے غلط بات کی پیروی پر اتباع کا لفظ استعمال کیوں کیا ہے؟ آپ یوں لکھتے کہ حافظ ابن کثیرؒ کی تقلید میں البانی نے یہ بات لکھی ہے۔ اس طرح لکھنے سے البانی کی طرف اگرچہ تقلید کی نسبت ہو جاتی مگر آپ کے ''اتباع و تقلید میں فرق'' والے قاعدہ کا بھرم رہ جاتا۔

۳......زبیر صاحب لکھتے ہیں:

''محترم خبیب صاحب نے شیخ البانیؒ کی چھتری تلے صحیح مسلم کی ایک روایت اور بعض اسانید پر بحث کی ہے جو کہ مرجوح ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔'' (علمی مقالات جلد ۲ صفحہ ۲۶۴) خبیب صاحب کا البانی کی چھتری تلے مسلم کی روایت و اسانید پر بحث کرنا البانی کی اتباع کہلائے گا یا تقلید؟

۴...... پروفیسر عبداللہ بہاولپوری غیر مقلد کہتے ہیں:

''سجدے سے اٹھنا جیسے آٹا گوندتے ہیں یہ مسئلہ ایسا ہے کہ البانی چکر میں پڑ گیا اس کی وجہ سے

ساری اہلحدیث جماعت اس کی طرف لگ گئی، سب کے سب اس میں پڑ گئے۔''

(خطبات بہاولپوری جلد ۴ صفحہ ۱۴۸)

جماعت اہلحدیث کا اس مسئلہ میں البانی کے پیچھے لگنا اتباع ہے یا تقلید؟

۵......ابوالاشبال شاغف غیر مقلد لکھتے ہیں:

''شیخ البانی نے محض اپنے سے قبل والے بعض علماء کی باتوں پر اعتماد کرتے ہوئے اس حدیث کو مدرج قرار دے کر سلسلہ احادیث ضعیفہ وموضوعہ میں لکھ دیا تحقیق سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔''

(مقالات شاغف صفحہ ۳۶۵)

البانی کا بعض علماء پر اعتماد کر کے حدیث کو مدرج قرار دینا اتباع سمجھا جائے گا یا تقلید؟

۶......حدیث میں ہے لتتبعن سنن من كان قبلكم، تم ضرور بالضرور پہلے لوگوں کے طریقوں کا اتباع کرو گے۔

اس حدیث میں اتباع کا لفظ بادلیل پیروی پر بولا گیا ہے یا بے دلیل بلکہ خلافِ دلیل پر؟

۷......غرباء اہلحدیث کے عامی لوگ اپنے علماء کے فتوی پر اعتماد کرتے ہوئے مرغی کی قربانی کو جائز سمجھتے ہیں...... یہ اپنے علماء کی تقلید ہو گی یا اتباع؟

۸......اہلحدیث کہلانے والے ایک شخص اپنے عالم سے مسئلہ پوچھتے ہیں کہ عیدین کی زائد تکبیروں میں رفع یدین کرنا چاہئے یا نہیں؟ اسے جواب ملتا ہے کہ نہیں کرنا چاہئے۔ (ضمیمہ هدية المسلمين طبع کراچی) عامی اس مسئلہ میں اپنے عالم کا متبع کہلائے گا یا مقلد؟

۹......اہلحدیث کہلوانے والے اپنے عالم سے مسئلہ پوچھتے ہیں کہ قربانی کتنے دن تک کی جاسکتی ہے جواب ملتا ہے کہ چار دن تک قربانی کر سکتے ہیں۔ (عام کتب وفتاوی)

قربانی کے چار دن کے سلسلہ میں اپنے عالم کی بات ماننا اتباع ہے یا تقلید؟ اہلحدیث عوام اس مسئلہ میں اپنے علماء کے متبع ہیں یا مقلد؟

۱۰......ایک اہلحدیث نے البانی کی کتاب صفة صلوة النبی پڑھ کر جہری نمازوں میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیا۔ (مقالاتِ شاغف صفحہ ۳۵۴)

فاتحہ نہ پڑھنے والا یہ شخص البانی کا متبع ہے یا مقلد؟

۱۱......ایک اہلحدیث کہلوانے والا شخص اپنے علماء کے دروازہ پر حدیثِ مسلم "اذا قرأ فانصتوا جب امام قراۃ کرے تو تم خاموش رہو" لے کر جاتا ہے اور پوچھتا ہے یہ صحیح ہے یا ضعیف؟ اسے جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ (تحقیق الکلام، خیر الکلام، توضیح الکلام، خطبات راشدیہ وغیرہ)

اہلحدیث عامی یا عوام کا اپنے علماء کی تحقیق پر اعتماد کر کے حدیث مسلم کو ضعیف سمجھنا اتباع ہے یا تقلید؟

۱۲......غرباء اہلحدیث کے عوام اپنے علماء سے مسئلہ پوچھتے ہیں کہ رکوع پالینے سے رکعت ہو جاتی ہے؟ وہ کہتے ہیں جی ہو جاتی ہے۔(فتاوی ستاریہ)

غرباء عوام کا اپنے علماء سے یہ مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا اتباع ہے یا تقلید؟

نوٹ: جوابات دینے سے پہلے زبیر علی زئی صاحب اپنے دعوے ایک دفعہ دہرالیں کہ:

۱......عامی کا عالم سے مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے، اتباع ہے۔

۲......اتباع اور تقلید میں فرق ہے اتباع بادلیل پیروی کو اور تقلید بے دلیل بات ماننے کو کہتے ہیں۔ (دین میں تقلید کا مسئلہ)

۳......اس کے ساتھ یہ دعوی بھی ذہن نشین رہے کہ: اہلحدیث تقلید نہیں کرتے۔(علمی مقالات جلد ا صفحہ ۱۷۷) (جاری ہے۔۔۔)

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

آل غیر مقلدیت کے مشہور مصنف

زبیر علی زئی کا تعاقب

(......قسط نمبر ۱......)

زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں ''میرے اس مضمون کا صرف وہی جواب قابلِ مسموع ہوگا جس میں اس مضمون کے مکمل متن کو درج کر کے ہر مطلوبہ بات کا جواب دیا جائے گا۔ اس شرط کی عدم موجودگی والا جواب شروع ہی سے مردود سمجھا جائے گا۔ والمسلمون علی شروطھم ۔یادرہے کہ یہ شرط کتاب اللہ کے مخالف نہیں ہے بلکہ عین تحقیق مطلوب ہے تا کہ مخالف شخص اصل بحث سے ہٹ کر ادھر ادھر کی باتیں نہ چھیڑ دے۔'' (توضیح الاحکام جلد ۱ صفحہ ۳۴۳)

اس عبارت کے پیشِ نظر ہم بھی کہتے ہیں کہ زبیر علی زئی صاحب ہمارے اس مضمون کا مکمل متن درج کر کے ہر مطلوبہ بات کا جواب دیں ورنہ آپ کے اصول کے مطابق ابتداءً ہی جواب نا قابلِ مسموع اور مردود شمار ہوگا۔اپنی شرط کا لحاظ رکھ کر جواب دیں یا خاموش رہ کر زندگی کے ماہ وسال پورے کرتے رہیں۔

زبیر علی زئی کا علمی وتحقیقی مقام!

۱......ہم ان کی تضاد بیانی اور اصول شکنی پر مشتمل چند عبارات نقل کرتے ہیں تا کہ عام لوگوں کے سامنے ان کی حیثیت واضح ہوجائے اور وہ خود بھی اپنی اوقات جان لیں۔

''غیر مقلد'' کو گالی قرار دینا

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''طا دیونے راقم الحروف کو ''غیر مقلد'' کی گالی دیتے ہوئے لکھا ہے۔'' (علمی مقالات جلد ۴ صفحہ ۵۳۴)

اس جگہ انہوں نے ''غیر مقلد'' کو گالی قرار دیا ہے لیکن دوسرے کئی مقامات پر علماء ومحدثین کو ''غیر مقلد'' کہا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ابن حجر رحمہ اللہ کا مقلد ہونا ثابت نہیں، بلکہ تقریب وغیرہ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے وہ غیر مقلد تھے۔'' (اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ ۵۴)

علی زئی صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''مشہور غیر مقلد عالم اور منجلیق الغرب حافظ ابن حزم اندلسی الظاہری۔'' (علمی مقالات جلد۲ صفحہ ۲۴۵)

علی زئی صاحب ہی رقمطراز ہیں:

''اس تحقیقی مضمون میں ایک سو (۱۰۰) علماء کے حوالے پیش خدمت ہیں جن کے بارے میں صراحتاً ثابت ہے کہ وہ تقلید نہیں کرتے تھے'' (علمی مقالات جلد۳ صفحہ ۲۶) اور یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ: ''تقلید نہ کرنے والے کو غیر مقلد کہا جاتا ہے'' (علمی مقالات جلد۳ صفحہ ۴۴۷۔ توضیح الاحکام جلد۲ صفحہ ۵۲۱)

آگے چلئے اور مزید پڑھیئے، علی زئی صاحب نے لکھا:

''نواب صدیق حسن خان صاحب ''غیر مقلد'' ہونے کے ساتھ ''حنفی'' بھی تھے۔''

(علمی مقالات جلد۳ صفحہ ۴۶۳۔ توضیح الاحکام جلد۲ صفحہ ۵۳۷)

زبیر صاحب! اگر ''غیر مقلد'' کا لفظ گالی ہے تو آپ نے متعدد اشخاص کو ''غیر مقلد'' کیوں کہا ہے؟

''غیر مقلد'' کو بکواس کا نام دینا

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''مذکورہ بیان میں اہلحدیث (اہل سنت) کے لئے ''غیر مقلدیت'' اور ''غیر مقلد'' کے الفاظ تو دیوبندیوں کی بکواس ہے'' (علمی مقالات جلد۳ صفحہ ۶۷)

زبیر صاحب لفظِ ''غیر مقلد'' کو بکواس قرار دیتے ہیں دوسری طرف ابن حجر، ابن حزم اور نواب صدیق حسن خان کو ''غیر مقلد'' لکھا ہے، اسی طرح ۱۰۰ سو علماء کے متعلق تحریر کیا کہ ''وہ تقلید نہیں کرتے تھے'' ......اور یہ بھی کہا ہے کہ ''تقلید نہ کرنے والے کو غیر مقلد کہا جاتا ہے''......صغری و کبری ملانے کے بعد وہ سو علماء ''غیر مقلد'' ہی ہوئے اب سوال یہ ہے کہ جسے آپ '' بکواس'' کہتے ہیں اس کے خود مرتکب کیوں ہیں؟

مزید پڑھیے! علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''بہت سے علماء جو بذات خود مجتہد اور غیر مقلد تھے مثلاً شافعیؒ احمد وغیرھما۔'' (اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ ۵۳)

''غیر مقلد'' کو بُرّ القب کہنا

زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کئی تحریروں میں ''غیر مقلد'' کو برالقب قرار دیا ہے۔

(علمی مقالات جلد۴ صفحہ ۲۰۶)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ہمیں ''غیر مقلدین'' کے ناپسندیدہ تنابز بالالقاب سے موسوم کرنا باطل ہے۔'' [ماہنامہ

الحدیث، شمارہ نمبر ۹۰ صفحہ:۳۴]

جب انہیں کوئی ''غیر مقلد'' کہے تو وہ اسے ''برا لقب''......اور...... ''باطل چیز'' قرار دیتے ہیں لیکن خود متعدد علماء کو ''غیر مقلد'' کہہ چکے ہیں جیسا کہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

زبیر صاحب نے جو سو (۱۰۰) علماء کے تقلید نہ کرنے کی مہم چلائی اس کے نمبر ۹۱ پر ابنِ حزم ظاہری کی عبارت لکھ کر یوں ترجمہ کیا:

''پھر شافعی (رحمہ اللہ) کے شاگرد مجتہدین غیر مقلدین تھے جیسے ابو یعقوب البویطی اور اسماعیل بن یحیٰ المزنی۔'' (علمی مقالات جلد ۳ صفحہ ۵۳)

زبیر صاحب ایک طرف ''غیر مقلد'' کو گالی، برا لقب، بکواس اور باطل چیز قرار دیتے ہیں دوسری طرف جب ابن حزم اندلسی نے بویطی اور مزنی کو ''غیر مقلد'' کہا تو اسے قبول کر لیا ہے سوال یہ ہے جس چیز کو آپ اپنے حق میں گالی، برا لقب اور بکواس قرار دیتے ہوا سے دوسروں کے حق میں کیوں جائز سمجھتے ہو؟

زبیر صاحب کو اگر ''غیر مقلد'' کہا جاتا ہے تو ناراض ہو جاتے ہیں لیکن دوسروں کو ''غیر مقلد'' کہنے سے چوکتے نہیں حتیٰ کہ بریلویوں کو بھی ''غیر مقلد'' کہہ کر دم لیا چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''رضا خانی بریلوی...... یہ لوگ حنفی مذہب سے بغاوت کر کے عقائد میں غیر مقلد بن جاتے ہیں۔'' (علمی مقالات جلد ۴ صفحہ ۴۰۶)

''تقلید بدعت مگر مقلدین اہل سنت'' کا فلسفہ

زبیر علی زئی صاحب نے کئی مقامات پر ''تقلید'' کو بدعت قرار دیا ہے۔ (اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ ۶۷)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''مذاہب اربعہ کی تقلید کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی اعلام الموقعین۔''

(علمی مقالات جلد ۱ صفحہ ۳۳)

اب دوسرا رُخ ملاحظہ فرمائیں، دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''اہل سنت میں سے اہلحدیث، شوافع، حنابلہ اور بعض مالکیہ رفع یدین کرتے ہیں۔''

(علمی مقالات جلد ۴ صفحہ ۴۸۱)

ایک جگہ تقلید کی تردید مقصود تھی اس لئے ''تقلید'' کو بدعت کہا دوسری جگہ رفع یدین کا مسئلہ تھا تو تقلید کرنے والے شوافع، حنابلہ اور مالکیہ مقلدین کو ''اہل سنت'' قرار دے دیا۔

سوال یہ ہے کہ اگر تقلید بدعت ہے تو شافعی، حنبلی اور مالکی مقلدین اہل سنت کیسے بن گئے؟

زبیر صاحب نے یہ تو لکھ دیا کہ شوافع، حنابلہ اور بعض مالکیہ رفع یدین کرتے ہیں اس کے ساتھ یہ وضاحت فرما دیتے تو اچھا ہوتا کہ وہ قعدہ اولیٰ کے بعد، تیسری رکعت کے شروع والا رفع یدین بھی کرتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ یہ رفع یدین آلِ غیر مقلدیت کے ہاں معمول بہ ہے۔

تقلید سے پہلے مقلدین کے وجود کا علی زئی انکشاف

زبیر علی زئی صاحب نے متعدد مرتبہ یہ بات لکھی ہے کہ تقلید چوتھی صدی کی پیداوار ہے۔
(علمی مقالات جلد ا صفحہ ۳۳-۱۸۱۔ جلد ۳ صفحہ ۴۰۔ دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۳۲)

اب دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آلِ غیر مقلدیت کے ''ذہبی عصر'' معلّمی کی عبارت نقل کر کے یوں ترجمہ کیا:

''نعیم امت مسلمہ کے چیدہ اشخاص میں سے، بڑے اماموں اور (اہل) سنت کے شہداء میں سے ہیں جہمی حنفیوں (ابن ابی داود وغیرہ) نے اس پر اکتفا نہیں کیا کہ اسے اس کی زندگی میں مجبور کیا (بلکہ) انہوں نے پوری کوشش کی کہ وہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہو جائیں......'' (علمی مقالات جلد ا صفحہ ۴۶۷)

علی زئی صاحب نے معلّمی کی عبارت سے نہ صرف اتفاق کیا ہے بلکہ بریکٹ میں نعیم کے زمانے میں پائے جانے والے ایک حنفی ابن ابی داود کی تعیین بھی کر دی اور باقیوں کو لفظ ''وغیرہ'' کے پردے میں چھپائے رکھا۔ نیز انہوں نے نعیم بن حماد کو بخاری کا راوی قرار دیا ہے۔ (علمی مقالات جلد ا صفحہ ۴۵۰) اور امام بخاری رحمہ اللہ کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی۔

تقلید کو چوتھی صدی کی پیداوار قرار دینے والے بتا سکتے ہیں کہ نعیم بن حماد کے زمانہ میں ابن ابی داود وغیرہ حنفی کہاں سے دریافت ہو گئے تھے؟

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''امام حفص بن غیاث نے اہل الرائے کا مذہب چھوڑ کر اہلحدیث کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔''
(علمی مقالات جلد ۳ صفحہ ۴۶)

اس کے ساتھ عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد کا یہ فرمان بھی پڑھیں۔ ''فاعلم ان اهل الرای هم العلماء الحنفية۔ پس تو جان کہ اہل الرائے علماء حنفیہ ہی ہیں'' (مقدمہ تحفة الا حوذی صفحہ ۲۰۵)

امام حفص بن غیاث کی وفات ۱۹۵ھ میں ہوئی۔ (علمی مقالات جلد ۳ صفحہ ۴۵)

اگر تقلید چوتھی صدی میں پیدا ہوئی ہے تو امام حفص بن غیاث متوفی ۱۹۵ھ کے دور میں احناف یا بقول شما اہل الرائے کہاں سے آ گئے تھے کہ امام حفص پہلے ان کے مذہب میں تھے پھر خارج ہو گئے؟

زبیر صاحب مزید لکھتے ہیں:

''امام ابومحمد القاسم بن محمد بن القاسم القرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) نے مقلدین کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔'' (توضیح الاحکام جلد ۱ صفحہ ۱۹۲)

اوکاڑی کا تعاقب صفحہ ۶۲ کے پیشِ نظر ہم زبیر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ: محترم! اگر تقلید چوتھی صدی کی پیداوار ہے تو چوتھی صدی سے پہلے قاسم قرطبی متوفی ۲۷۶ھ کے زمانہ میں مقلدین ''اپنی ارواح کو مثالی اجسام میں متشکل کر کے کس طرح آ گئے تھے؟'' کہ قرطبی کو ان کے خلاف کتاب لکھنے کی ضرورت بھی پیش آ گئی؟

بخاری و مسلم کے راوی پر جرح کو بدعت قرار دینا

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''مگر کسے معلوم تھا کہ ایک ایسا دور آنے والا ہے جب مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنے والے بدعتی صحیحین (بخاری و مسلم) کی احادیث اور راویوں پر اندھا دھند حملے کریں گے...... یہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں میں صحیحین کی عزت میں کمی کی کوشش کریں گے مگر چاند کی طرف تھوکنے والے کا تھوک اس کے منہ پر ہی پڑتا ہے ان شاء اللہ ان بدعتیوں کی یہ کوششیں بالکل ہی رائیگاں جائیں گی'' (نور العینین صفحہ ۳۲۔۳۳) علی زئی صاحب یہاں تو لکھ رہے ہیں کہ بخاری و مسلم کے راوی پر جرح کرنے والا بدعتی ہے اور اس کا یہ عمل چاند پر تھوک کر منہ خراب کرنے کے مترادف ہے مگر دوسرے مقامات پر خود ہی بخاری و مسلم کے راویوں پر جرح کر دیتے ہیں۔ بخاری شریف کے راویوں میں ایک راوی علی بن الجعد ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۲۸۵۔ تقریب جلد ۱ صفحہ ۶۸۹۔ تدریب الراوی جلد ۱ صفحہ ۲۷۹)

مگر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''علی بن الجعد تو مختلف فیہ اور مجروح ہے...... وہ عبداللہ بن عمر، معاویہ، بلکہ عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین پر سخت تنقید کرتا تھا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس کا عقیدہ تھا کہ انہوں نے معاذ اللہ بیت المال سے ایک لاکھ درہم ناحق لیے تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ تکفیر کا قائل تھا وہ کہتا تھا کہ مجھے یہ برا نہیں لگتا کہ اللہ تعالی معاویہ کو عذاب دے۔'' (اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ ۶۵)

علی زئی صاحب فریق ثانی کی مستدل حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''اس کی سند فضیل بن سلیمان النمیر ی (ضعیف عندالجمہور) کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ تنبیہ: اس راوی کی صحیحین میں تمام روایات صحیح ہیں۔'' (توضیح الاحکام جلد ۲ صفحہ ۹۴)

یعنی علی زئی صاحب کو یہ اعتراف بھی ہے کہ نمیری، بخاری و مسلم کا راوی ہے پھر بھی انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

زبیر صاحب نے ان کے علاوہ بھی بخاری و مسلم کے کئی راویوں پر جرح کی ہے۔ دیکھیے مجلّہ ''تسکین الصدور'' بہاولپور شمارہ نمبر ا۔

بخاری و مسلم کے راویوں پر جرح کرنے والوں کی تعظیم و تکریم

زبیر علی زئی صاحب نے لکھا کہ جو بخاری و مسلم کے راویوں پر جرح کرے وہ بدعتی ہے، اس کا یہ عمل چاند پر تھوک کر منہ خراب کرنے کی مانند ہے کما مر......اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

''صحیح بخاری و صحیح مسلم کے خلاف ان بدعتیوں کا لکھنا خود ان کا شرمندگی اور جگہ ہنسائی کا باعث بن رہا ہے۔'' (نور العینین صفحہ ۳۴)

یوں بھی فرمایا:

''صحیح بخاری کو غلط قرار دینے والے......کا امت میں کوئی مقام نہیں۔''

(دین میں تقلید کا مسئلہ، ص: ۷۵)

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ بخاری و مسلم کی حدیثوں اور ان کے راویوں پر جرح کرنے والوں کی تعظیم و تکریم بھی کرتے ہیں۔ مثلاً بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۴ کی حدیث نبوی ''اذا قرأ فانصتوا، جب امام قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو'' کو ضعیف قرار دیا۔

(خطبات راشدیہ جلد ا صفحہ ۳۳)

علی زئی صاحب ان کے متعلق لکھتے ہیں:

''اگر مجھے رکن و مقام کے درمیان کھڑا کر کے قسم دی جائے تو یہی کہوں گا کہ میں نے......شیخ بدیع الدین شاہ سے زیادہ عالم و فقیہ کوئی انسان نہیں دیکھا۔'' (علمی مقالات جلد ا صفحہ ۵۰۵)

محمد گوندلوی صاحب غیر مقلد نے بھی مسلم کی مذکورہ بالا حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (خیر الکلام صفحہ ۳۰۳)

مسلم کی حدیث کو ضعیف قرار دینے والے کی علی زئی صاحب یوں مدح سرائی کرتے ہیں:

''شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام، شیخ القرآن والحدیث، الامام، الثقہ، المتقن، الحجہ، المحدث، الفقیہ، الاصولی، محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ'' (فاتحہ خلف الامام صفحہ ۱۱)

زبیر علی زئی صاحب کو اعتراف ہے کہ میاں نذیر حسین دہلوی نے معیار الحق صفحہ ۳۹۶ (دوسرا نسخہ ص: ۳۳۴) پر بخاری و مسلم کے راوی محمد بن فضیل بن غزوان پہ جرح کی ہے۔

(صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ صفحہ ۱۲)

مگر اس کے باوجود لکھتے ہیں۔:

''سرخیل اہلحدیث، المحدث، الفقیہ سید محمد نذیر حسین الدھلوی رحمہ اللہ'' (توضیح الاحکام جلد۲ صفحہ ۲۰۰)

عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد نے صحیح مسلم کی حدیث و اذا قرأ فانصتوا کو ضعیف کہا ہے۔

(تحقیق الکلام جلد۲ صفحہ ۸۷)

زبیر علی زئی صاحب کے علم میں ہے کہ مبارکپوری صاحب نے بخاری ومسلم کے راوی بقیۃ بن ولید کو القول السدید صفحہ ۱۷ پر ضعیف قرار دیا ہے۔ (علمی مقالات جلد۲ صفحہ ۱۷۲)

علم ہونے کے باوجود لکھتے ہیں:

''ہمارے دل میں......علمائے حق مثلاً عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہم اللہ کا بہت احترام ہے۔ والحمد للہ۔'' (علمی مقالات جلد۴ صفحہ ۲۵۱)

زبیر علی زئی صاحب کو معلوم ہے کہ البانی صاحب غیر مقلد نے بخاری ومسلم کی حدیثوں اوران کے راویوں پر جرح کی ہے۔

(صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ صفحہ ۱۱۹۔ توضیح الاحکام جلد۲ صفحہ ۱۵۲۔۴۵۰)

لیکن اس اعتراف کے باوجود علی زئی صاحب انہیں ''محدث کبیر'' کا اعزاز بخشتے ہیں۔

''عصر حاضر میں محدث کبیر محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ'' (حاجی کے شب وروز صفحہ ۸)

زبیر صاحب جانتے ہیں کہ ارشاد الحق اثری صاحب نے صحیح مسلم کی حدیث "اذاقرأ فانصتوا" کو ضعیف کہا ہے۔ [توضیح الاحکام، ج:۲،ص:۲۹۵] یہ جاننے کے باوجود لکھتے ہیں:

''پاکستان کے مشہور محقق اور اہلحدیث کے نامور عالم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ......''

[علمی مقالات، ج:۲،ص:۱۷۳]

اس بحث کو مزید طول دینے کی بجائے ہم مذکورہ حوالہ جات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے علی زئی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ بخاری ومسلم کی حدیثوں اوران کے راویوں پر جرح کرنے والے کو بدعتی، چاند پر تھوک کر منہ خراب کرنے، شرمندگی و جگ ہنسائی کا باعث اور امت سے اپنا مقام ختم کرانے والا قرار دیتے ہیں لیکن جب آپ کے آل غیر مقلدیت یہی ''بخاری ومسلم پر جرح'' والا کام کرتے ہیں تو آپ ان کی وہ مدح سرائی کرتے ہیں کہ انسان دونوں رُخ دیکھ کر حیران وششدر رہ جاتا ہے اور وہ بے ساختہ بول اٹھتا ہے اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟

اہلحدیث اور تقلید

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''اہلحدیث تقلید نہیں کرتے'' (علمی مقالات جلد ۱ صفحہ ۱۷۶) اہلحدیث تقلید کرتے ہیں یا نہیں اس کے لئے مجلّہ صفدر گجرات شمارہ ۶ ملاحظہ فرمائیں اور آگے ہمارے اس زیرِ نظر رسالے کا حاشیہ نمبر ۷ دیکھئے، ہم یہاں زبیر صاحب ہی کی عبارت پیش کرتے ہیں کہ وہ نجم اللہ سلفی کے تقلیدی ہونے کے دعویدار ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''جناب نجم اللہ صاحب کا امام ذہبی و علامہ البانی کی تقلید میں صحیحین پر طعن کرنا.....غلط و مردود ہے۔'' (توضیح الاحکام جلد ۲ صفحہ ۱۵۲)

محدثین اور تقلید

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک محدث بھی مقلد نہیں تھا۔'' (اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ ۵۲) زبیر صاحب کی اس بات کی تردید کے لئے عبدالرشید عراقی غیر مقلد کی کتاب ''کاروانِ حدیث'' کا مطالعہ کریں۔

زبیر صاحب ہی لکھتے ہیں:

''غالی شافعی حافظ ابن الصلاح'' (علمی مقالات جلد ۴ صفحہ ۱۷۳)

ابن الصلاح محدث کو نہ صرف شافعی کہا بلکہ انہیں ''غالی شافعی'' قرار دے دیا ہے۔

اسی طرح علامہ نووی رحمہ اللہ محدث کو بھی ''شافعی'' کہتے ہیں مثلاً ایک جگہ لکھا ہے:

''علامہ نووی شافعی'' (توضیح الاحکام جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)

علامہ نوویؒ نہ صرف خود مقلد تھے بلکہ وہ دوسروں کو بھی ''تقلید'' کی ترغیب دیتے تھے مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:

''وان من نصيحتهم قبول مار و وه و تقليد هم في الاحكام ۔ائمہ دین کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے جو کچھ انہوں نے روایت کیا ہوا سے قبول کیا جائے اور احکام میں ان کی تقلید کی جائے۔''

(شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۵۴)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''فعلىٰ هذايلزمه ان يجتهد في اختيار مذهب يقلده على التعيين ۔ ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ کوشش کر کے کوئی ایک مذہب چن لے اور پھر معین طور پر اسی کی تقلید کرے'' (المجموع شرح المهذب جلد ۱ صفحہ ۹۱) زبیر علی زئی صاحب نے ابن الترکمانی اور علامہ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ کو ''ائمہ حدیث'' کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ (علمی مقالات جلد ۱ صفحہ ۲۶۵) ائمہ حدیث تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ان دونوں کو حنفی بھی لکھا ہے۔ (توضیح الاحکام جلد ۲ صفحہ ۳۲۴)

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز وغیرہ کے جو مسائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں وہ آخری اور ناسخ ہیں'' (نور العینین صفحہ ۳۲۸) یہاں رفع یدین کو دائمی اور غیر منسوخ ثابت کرنا تھا تو یہ اصول گھڑ لیا مگر جب اس اصول کو اپنے خلاف پایا تو خود ہی اسے پاش پاش کر دیا مثلاً سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ''اذا قرأ فانصتوا، جب امام قرأۃ کرے تو تم خاموش رہو'' کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ حدیث صحیح تو ہے لیکن منسوخ ہے'' (ماہنامہ الحدیث شمارہ ۸ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''مخالفتِ راوی کے اصول سے یہ حدیث منسوخ ہے'' (علمی مقالات جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

یہی بات ابوداود کے حاشیہ میں بھی لکھی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

''ھذا الحدیث منسوخ بدلیل فتوی ابی ھریرہ''

(تخریج سنن ابی داود جلد ۱ صفحہ ۴۷۹ طبع دار السلام)

زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب ''صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' میں بھی سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو منسوخ کہا ہے دیکھئے کتاب مذکور کا صفحہ ۴۴۔

علی زئی صاحب اپنی اس تضاد بیانی کا جواب دینے سے پہلے ''دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۴۱......اور......علمی مقالات جلد ۳ صفحہ ۲۹۹ کو ایک مرتبہ ملاحظہ فرمالیں۔

بدعتی قرار دینے کا اصول

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''جو شخص اہلحدیث سے بغض رکھتا ہے یا اہلحدیث کو برا کہتا ہے تو وہ شخص پکا بدعتی ہے'' (علمی مقالات جلد ۱ صفحہ ۱۶۶) یہاں انہوں نے لکھ دیا کہ اہلحدیث کو برا کہنے والا ''پکا بدعتی'' ہے مگر یہ خود ہی انہیں برا کہتے ہیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حافظ ابن حجر، علامہ بویطی، شیخ مزنی، امام شافعی اور امام احمد وغیرہم ان کے نزدیک اہلحدیث ہیں جنہیں انہوں نے ''غیر مقلد'' کہا ہے اور ''غیر مقلد'' کا لفظ ان کے نزدیک گالی، بکواس اور تنابز بالالقاب یعنی برا لقب ہے حوالہ جات شروع کے صفحات میں نقل کر آیا ہوں وہاں ملاحظہ فرمالیں۔ البتہ چند عبارتیں یہاں نقل کی جا رہی ہیں جو پچھلے صفحات میں درج نہیں، علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''دسویں صدی کے غیر مقلد سیوطی'' [ماہنامہ الحدیث، شمارہ ۹۰، ص:۳۰]

''سیوطی غیر مقلد کی وفات ۹۱۱ ھ ہے'' [حوالہ مذکورہ]

''سیوطی کے غیر مقلد ہونے کے لیے دیکھئے، سیوطی کی کتاب: الردعلی من اخلد الی الارض''

[ایضا، ص:۱۴]

''سیوطی صاحب (غیر مقلد) اس کی پیدائش سے صدیوں پہلے ۹۱۱ ھ میں فوت ہو گئے''

[ایضا، ص:۲۵]

علامہ سیوطی رحمہ اللہ علی زئی صاحب کے نزدیک اہلحدیث ہیں اور انہیں ''غیر مقلد'' بھی کہہ رہے ہیں جبکہ ''غیر مقلد'' ان کے ہاں بُرا لقب ہے اور یہ بھی لکھا کہ اہلحدیث کو برا کہنے والا پکا بدعتی ہے۔

مجہول کی روایت کا حکم

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''مجہول راوی کی روایت موضوع ہونے کے لئے دیکھئے: حافظ ذہبی کی تلخیص المستدرك''

(علمی مقالات جلد ۴ صفحہ ۳۰۷)

اس کے ساتھ درج ذیل عبارت بھی پڑھیں:

''اس کذاب و وضاع کی روایت کو بطورِ حجت پیش کر کے......علمی و تحقیقی اور فنی کمالات کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ کذب بیانی کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے'' (توضیح الاحکام جلد ۲ صفحہ ۳۷۹)

ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ مجہول راوی کی روایت موضوع ہے اور موضوع روایت سے استدلال کرنے والا ''کذب بیانی'' کو فروغ دینے والا ہے......اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ خود زبیر علی زئی صاحب مجہول کی روایات اپنی کتابوں میں درج کر دیتے ہیں مثلاً......

لغات الحدیث سے وحید الزمان صاحب کی درج ذیل عبارت نقل کرتے ہیں:

''مجھ کو میرے ایک دوست نے لکھا کہ جب سے تم نے کتاب ہدیۃ المهدی تالیف کی ہے تو اہلحدیث کا ایک گروہ جیسے مولوی شمس الحق مرحوم عظیم آبادی اور مولوی محمد حسین لاہوری اور مولوی عبداللہ صاحب غازی پوری اور مولوی فقیر اللہ پنجابی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرہ تم سے بددل ہو گئے۔''

(دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۵۸)

اس روایت کا مدار ''ایک دوست'' پر ہے جو نہ صرف مجہول الحال ہے بلکہ مجہول الاسم بھی ہے مگر علی زئی صاحب اس ''مجہول'' کی روایت کو وجہ بنا کر لکھتے ہیں:

''وحید الزمان حیدر آبادی متنازعہ شخصیت ہیں اور جمہور اہلحدیث علماء مثلاً مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا محمد حسین لاہوری، مولانا عبداللہ غازی پوری اور مولانا فقیر اللہ پنجابی وغیرھم نے ان پر جرح کی ہے۔'' (ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۹۰ صفحہ ۳۷)

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''مجھے شیر باز صاحب خطیب مسجد اہلحدیث اٹک نے ایک خبر دی کہا: مجھے میری بیوی نے بتایا کہ مجھے حاجی اللہ دتہ صاحب کی بیوی نے بتایا کہ: حاجی صاحب نے ساری زندگی کھانے میں نقص نہیں نکالا...... آپ کے صاحبزادے عبدالقدیر نے بھی اس روایت کی تصدیق کی ہے۔'' (علمی مقالات جلد ا صفحہ ۵۱۸)

اس روایت کے راوی، شیر باز اور مصدق عبدالقدیر کے حالات رجال کی کتابوں میں نہیں ملے، شیر باز اور حاجی اللہ دتہ کی بیویوں کے حالات تو کجا ان کے ناموں کی صراحت بھی نہیں ملی یعنی دونوں مجھولۃ الاسم ہیں۔

اللہ ہر جگہ ہے کا عقیدہ

زبیر علی زئی صاحب نے ''اللہ ہر جگہ ہے'' کے متعلق صالح بن فوزان سے نقل کیا ہے ''یہ جہمیہ اور حلولیہ کا عقیدہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔'' (علمی مقالات جلد ۴ صفحہ ۹۶)

زبیر علی زئی صاحب کے شیخ الشیخ ثناء اللہ امرتسری صاحب کا عقیدہ ہے:

''اللہ تعالیٰ عرش و فرش پر ہر جگہ ذات سے موجود ہے۔''

(مظالم روپڑی صفحہ ۱۴ مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد اول)

زبیر صاحب ''اللہ ہر جگہ ہے'' کے عقیدہ کو کفریہ قرار دیتے ہیں مگر اس عقیدہ کے حامل ثناء اللہ امرتسری صاحب کو کافر نہیں کہتے بلکہ انہیں ''اہلحدیث'' ہی کا تمغہ دیتے ہیں، لکھتے ہیں:

''اہلحدیث علماء مثلاً...... مشہور مناظر اور شیخ ثناء اللہ امرتسری۔'' (علمی مقالات جلد ۴ صفحہ ۸۳)

امکان کذب کا عقیدہ

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''امکان کذب باری تعالیٰ کا عقیدہ دربار الٰہی کی گستاخی اور کفر ہے۔'' (علمی مقالات جلد ۴ صفحہ ۴۲۷)

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ بری صفات مثلاً ''امکان کذب باری تعالیٰ'' کا انتساب صریحاً کفر ہے۔''

[شرح حدیث جبریل، ص: ۱۲۸، حاشیہ: ۱]

عبداللہ روپڑی غیر مقلد ''امکانِ کذب باری تعالیٰ'' کا عقیدہ رکھتے ہیں اس عقیدہ کو کئی وجوہ سے

راجح کہتے ہیں۔(توحید الرحمٰن صفحہ ۱۳۸)

لیکن زبیر صاحب، امکان کذب کا عقیدہ رکھنے والے عبداللہ روپڑی کو کفریہ عقیدہ کا حامل کہنے کی بجائے انہیں ''اہلحدیث'' ہی کہتے ہیں لکھتے ہیں:

''اہلحدیث علماء مثلاً حافظ عبداللہ روپڑی'' (علمی مقالات جلد ۴ صفحہ ۸۳)

امکانِ نظیر کا عقیدہ

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''امکانِ نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور امکان کذب باری تعالیٰ کے گندے عقیدے''

(علمی مقالات جلد ۱ صفحہ ۶۰۶)

آل غیر مقلدیت کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی صاحب ''امکان نظیر'' کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

(فتاوٰی نذیریہ جلد ۱ صفحہ ۵۳)

زبیر صاحب، میاں نذیر حسین دہلوی کو ''گندے عقیدے'' والا کہنے کی بجائے ان کی یوں مدح سرائی کرتے ہیں:

''سرخیل اہلحدیث، المحدث، الفقیہ سید محمد نذیر حسین الدہلوی رحمہ اللہ'' (توضیح الاحکام جلد ۲ صفحہ ۲۰۰)

تنبیہ: امام اہلحدیث وحید الزمان صاحب بھی ''امکانِ نظر'' کا عقیدہ رکھتے تھے۔

[رفع العجاجة عن سنن ابن ماجه، ج:۱، ص:۳۹۹]

غلط روایت کو صحیح السند کہنے کا حکم

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''غلط روایت کو صحیح سند کہہ کر پیش کرنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔'' (علمی مقالات جلد ۱ صفحہ ۵۷۹)

مگر خود علی زئی صاحب باعتراف خود کئی غلط روایات کو صحیح کہتے رہے جیسا کہ انہوں نے ''الحدیث'' میں نقشہ ذیل کے ذریعہ آگاہ کیا ہے:

''سنن ابی داود کی درج ذیل روایات کے بارے میں نظر ثانی''

حدیث نمبر	سابق حکم	جدید حکم
۸۲۵	(صحیح)	ضعیف
۲۱۱۶	(صحیح)	سنده ضعيف
۳۲۱۶	(صحیح)	سنده ضعيف قتادہ عنعن
۴۴۰۰	(صحیح)	سنده ضعيف الاعمش عنعن

”سنن ابن ماجہ کی درج ذیل روایات کے بارے میں نظر ثانی“

۵۰۴	(صحیح)	سنده ضعيف
۷۳۵	(صحیح)	سنده ضعيف
۱۳۶۴	(صحیح)	ضعيف
۱۴۸۶	(صحیح)	اسناده ضعيف لانقطاعه
۲۰۳۰	(صحیح)	سنده ضعيف
۳۰۲۳	(صحیح)	سنده ضعيف
۳۰۸۲	(صحیح)	اسناده ضعيف
۳۲۱۸	(صحیح)	سنده ضعيف جدا
۳۳۱۴	(صحیح)	سنده ضعيف جدا

(ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۵۴ صفحہ ۲۲ تا ۲۵)

زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک غلط (ضعیف السند) روایت کو صحیح کہنا نہ صرف عام جھوٹ ہے بلکہ ”بہت بڑا جھوٹ“ ہے اور باعتراف خود ایک زمانہ تک غلط روایت ہی نہیں ”روایات“ کو صحیح کہتے رہے......تو کیا علی زئی صاحب اپنے اصول کے مطابق ایک طویل عرصہ تک ”بڑے بڑے جھوٹ“ بولتے رہے؟ اس کا وہ قرار کرتے ہیں؟

پروپیگنڈہ

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر کسی محدث کا کوئی قول بطورِ تائید پیش کیا جائے تو بعض چالاک قسم کے لوگ اس محدث کے دوسرے اقوال پیش کر کے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیتے ہیں کہ آپ ان اقوال کو کیوں نہیں مانتے؟“

[علمی مقالات، ج:۳، ص:۳۲۰]

زبیر صاحب جس طرزِ عمل کو ”پروپیگنڈہ“ کہہ رہے ہیں وہی طرزِ عمل خود اپنائے ہوئے ہیں۔

۱......ایک صاحب نے لکھا کہ امام شافعی رحمہ اللہ بیس (۲۰) رکعات تراویح کے قائل ہیں......علی زئی صاحب نے اس کے جواب میں کہا:

”امام شافعی کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جنہیں دیوبندی اور بریلوی حضرات نہیں مانتے، مثلاً......“ [تعداد قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ، ص:۹۵]

۲......ایک مصنف نے لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا مسلک ہے کہ تراویح بیس (۲۰) رکعات ہیں......علی زئی صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

''شیخ عبدالقادر جیلانی، رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ کے قائل تھے، جنہیں دیوبندی و بریلوی دونوں حضرات تسلیم نہیں کرتے......'' [تعداد رکعات قیام رمضان، ص:۹۶]

۳......ایک شخص نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے نقل کیا کہ ۳۰۰ھ کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا''......علی زئی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شاہ ولی اللہ الدہلوی الحنفی کی تحریرات میں ہر قسم کی باتیں موجود ہیں ان کے لیے ایسے حوالے ہیں جو اہل تقلید کے خلاف پیش ہو سکتے ہیں'' مثلاً......[دین میں تقلید کا مسئلہ، ص:۷۵]

اصول......اور......تساہل میں اختلاف کا حل

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر حافظ ذہبی نے کسی مدلس کی معنعن روایت کو صحیح قرار دیا ہے تو یہ ان کا تساہل ہے اصول اور تساہل کا مقابلہ ہو تو ہمیشہ اصول کو ترجیح ہوتی ہے۔'' [علمی مقالات، ج:۴، ص:۲۴۱]

زبیر صاحب نے یہ ضابطہ لکھ تو دیا مگر افسوس اس پر کما حقہ عمل نہیں کر سکے، مثلاً انہوں نے سبیع بن خالد راوی کے متعلق لکھا:

''صرف متاخرین میں سے حافظ ابن حجر نے انہیں مقبول یعنی مجہول الحال لکھا ہے اور یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے......دوم: حافظ ابن حجر نے خود فتح الباری میں سبیع بن خالد کی بیان کردہ حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔'' [علمی مقالات، ج:۳، ص:۳۴۷]

زبیر صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے ضابطہ کے پیش نظر ابن حجر کے سکوت کو تساہل قرار دے کر اصول کو ترجیح دیتے......اگر وہ ایسے کرتے تو دوسری وجہ سے جرح کو مردود نہ کہتے۔

زبیر صاحب نے عبدالرحمٰن مبارکپوری کی بقیہ بن ولید پر کی گئی جرح کو مردود اور منسوخ قرار دیتے ہوئے لکھا:

''خود محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے بقیہ کا ذکر کیا ہے یا سنن ترمذی میں بقیہ کا ذکر آیا ہے مگر انہوں نے بذات خود اس پر کوئی جرح نہیں کی، لہٰذا معلوم ہوا کہ مبارکپوری رحمہ اللہ کی جرح ان کی کتاب ''تحفۃ الاحوذی'' کی رُو سے منسوخ ہے۔'' [علمی مقالات، ج:۲، ص:۱۷۳]

زبیر صاحب یہاں بھی تساہل (بلکہ عدم ذکر) کو ترجیح دے کر جرح کو منسوخ کہہ رہے ہیں۔

ثبوتِ ذکر کے بعد عدمِ ذکر

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ ثبوت ذکر کے بعد، عدمِ ذکر سے نفیِ ذکر لازم نہیں ہے۔''

[نور العینین، ص:۱۴۰]

اوپر ''اصول......اور......تساہل میں اختلاف کا حل'' کے تحت آپ پڑھ چکے کہ عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بقیہ بن ولید پر جرح کی ہے جو کہ ثبوت ہے، اس کے بالمقابل تحفۃ الاحوذی میں بقول علی زئی صاحب بقیہ کا بار بار نام آیا مگر مبارکپوری صاحب نے جرح نہیں کی......اور یہ جرح نہ کرنا عدمِ ذکر ہے، زبیر صاحب یہاں بھی اپنے ضابطہ کا خیال رکھتے عدمِ ذکر سے نفی ذکر نہ سمجھتے، مگر انہوں نے نفی ذکر سمجھ کر جرح کو منسوخ قرار دے دیا۔

موضوع روایات سے استدلال کا حکم

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''کذاب کے موضوع نسخے سے روایت کو ''مشہور حدیث مبارکہ'' کہہ کر بطورِ حجت نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ناقل ترویجِ اکاذیب میں مصروف ہے۔'' [علمی مقالات، ج:۴، ص:۲۹۵]

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ موضوع روایات کو بطورِ حجت پیش کرنا کذب بیانی کو فروغ دینا ہے۔ مفہوم۔

[توضیح الاحکام، ج:۲، ص:۳۷۹]

اس کے ساتھ ساتھ زبیر صاحب کو یہ بھی اعتراف ہے کہ ان کے اہلحدیث اپنی کتابوں میں من گھڑت روایات پیش کر دیتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

۱......''عبدالسلام بستوی (متوفی ۱۳۹۴ھ) کی کتاب ''اسلامی خطبات'' میں بہت سی ضعیف، مردود، منکر اور موضوع روایات موجود ہیں، مثلاً......[توضیح الاحکام، ج:۲، ص:۴۴۷]

۲......زبیر صاحب کو اصرار ہے کہ اہلحدیث کے ماہنامہ محدث مارچ ۲۰۰۶ء میں من گھڑت روایت موجود ہے۔[توضیح الاحکام، ج:۲، ص:۴۶۱]

۳......زبیر صاحب کو معلوم ہے کہ صلاح الدین یوسف نے ہفت روزہ الاعتصام میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب واقعہ یاساریۃ الجبل کے متعلق لکھا ہے:

''یہ واقعہ سنداً بلاشبہ قبول ہے لیکن یہ بطورِ کرامت ہے۔'' [علمی مقالات، ج:۲، ص:۲۸۴]

اس کے ساتھ علی زئی صاحب کو یہ بھی اصرار ہے کہ یہ واقعہ من گھڑت اور جھوٹا ہے۔[علمی مقالات، ج:۳، ص:۴۷۷]

۴......زبیر صاحب جانتے ہیں کہ: ''الرحیق المختوم'' میں من گھڑت روایت درج ہے۔

[علمی مقالات، ج:۲، ص:۳۷۴]

۵......زبیر صاحب کو اصرار ہے کہ ارشاد الحق اثری صاحب نے کتاب ''آفاتِ نظر اوران کا علاج ص:۶۰'' پرامام بخاری کی طرف منسوب ایک سخت ضعیف اور غیر ثابت قصہ تحریر کیا ہے۔[توضیح الاحکام، ج:۲،ص۴۴۴]

۶......زبیر صاحب علم رکھتے ہیں کہ ان کے اہل حدیث رفع یدین کے دوام پر "فما زالت تلك صلوته حتی لقی الله" سے استدلال کرتے ہیں۔[تسہیل الوصول،ص:۱۹۵]

حالانکہ یہ روایت موضوع ہے۔[نور العینین،ص:۳۲۷]

اب زبیر علی زئی صاحب کو اپنے اصول کے مطابق موضوع روایات پیش کرنے والے اہلحدیثوں کے متعلق لکھ دینا چاہیے تھا کہ یہ اکاذیب کو رواج اور کذب بیانی کو فروغ دینے والے ہیں مگر انہیں بھولے سے بھی ''کذاب''، نہیں کہا۔

غیر مدلس کو مدلس کہنے والے کا حکم

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''رضوی صاحب کا یہ کہنا کہ: ''سماک بن حرب مدلس ہے۔'' بالکل جھوٹ ہے۔''

[علمی مقالات، ج:۱،ص:۴۳۸]

اورزبیر علی زئی صاحب کو یہ اعتراف بھی ہے کہ بعض اہلحدیث غیر مدلس کو مدلس کہہ کر جرح کر دیتے ہیں۔

[علمی مقالات، ج:۳،ص:۳۱۷]

چنانچہ علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''حماد بن سلمہ پر حافظ ثناء اللہ صاحب کی طرف سے تدلیس کا الزام لگانا علمی میدان میں ثابت نہیں ہے۔'' [علمی مقالات، ج:۲،ص:۴۱۳]

اس اعتراف کے باوجود ثناء اللہ ضیاء صاحب کو جھوٹا یا ان کی بات کو جھوٹ نہیں کہا۔

جرح وتعدیل، تصحیح وتضعیف میں تقلید

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''اہلحدیث کا اس پر بات بھی اتفاق ہے کہ جرح وتعدیل، تصحیح وتضعیف میں محدثین کرام کی گواہیاں تسلیم کرنا تقلید نہیں ہے۔'' [اوکاڑوی کا تعاقب،ص:۳۷]

تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ فرمائیں، علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''جناب نجم اللہ صاحب کا امام ذہبی وعلامہ البانی کی تقلید میں صحیحین پر طعن کرنا کہ ''اور شروط سماع

نہ ہوں تو بھی روایت مردود ہوگی۔'' غلط و مردود ہے۔'' [توضیح الاحکام، ج:۲، ص:۱۵۲]

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''محمد عوامہ تقلیدی نے شاہ صاحب کی تقلید کرتے ہوئے عبداللہ بن محمد بن ابی اسامہ الحلبی پر جرح کردی ہے۔ [علمی مقالات، ج:۱، ص:۴۸۷]

محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''غیر مجتہدین مطلق کے لیے تقلید مجتہدین سے فرار وانکار کی گنجائش نہیں، اس کو کہیں نہ کہیں مجتہدین ومحدثین کی تقلید کرنی پڑتی ہے، بعض مسائل فرعیہ میں ہو یا اصول وقواعد استنباط میں، خواہ احادیث کی تصحیح وتضعیف میں۔'' [اشاعۃ السنہ، ج:۱۱، ص:۳۱۲۔ بحوالہ تجلیات صفدر، ج:۳، ص:۵۰۴]

ایک طرف زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ:

تصحیح وتضعیف میں کسی کی بات ماننا تقلید نہیں ہے، اس پر اہلحدیث کا اتفاق ہے...... دوسری طرف تصحیح وتضعیف میں تقلید کے قائل بٹالوی صاحب کو جماعت اہلحدیث کے ''اعیان وارکان'' میں شامل مانا ہے۔ [علمی مقالات، ج:۴، ص:۱۰] (جاری ہے۔۔۔۔)

حمزہ احسانی

شہید ناموس رسالت، محقق اہل سنت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

اکابر کی نسبتوں کے امین

''آپ اپنا سر مضبوط کریں! اور اکابر کے مؤقف کے اظہار کے بارے میں کسی دباؤ کا شکار نہ ہوں۔''
یہ شہیدِ ناموسِ رسالت، جانشینِ حضرت لدھیانوی، مظہرِ جمالِ یوسفؒ، رونقِ مسندِ بنوری، محقق العصر، پاسبانِ مسلکِ اہلِ سنت، وکیلِ دیوبند، ترجمانِ احناف، ہمارے محبوب ومحترم راہنما وپیشوا ومقتدا، حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ [خلیفہ مجاز: شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ......و......امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ] کے وہ الفاظ ہیں جو انہوں نے ایک موقع پر دورانِ گفتگو بذریعہ فون بندہ سے ارشاد فرمائے تھے۔

داداجان حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات کے بعد میری عقیدتوں، محبتوں کا محور اور چاہتوں کا مرکز میرے شیخ ومرشد جانشینِ قائدِ اہلِ سنت (مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ) شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو دامت برکاتہم، جانشینِ امامِ اہلِ سنت شیخ الحدیث مولانا عبدالقدوس قارن صاحب دامت برکاتہم اور جانشینِ حضرت لدھیانوی، ترجمانِ اہلِ سنت حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری کی ذوات تھیں۔ ہر قدم پر مشاورت، ہر موڑ پر راہ نمائی اور ہر مرحلہ پر فکری ومسلکی راہبری انہی حضرات سے حاصل کرتا تھا۔ (افسوس کہ ان میں سے بھی ایک ہستی ہم سے بچھڑ گئی، اللہ تعالیٰ بقیہ اکابر کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔ آمین) حضرت داداجی کو ان حضرات پر مسلک ومشرب کے معاملے میں بے پناہ اعتماد تھا، اس لیے بندہ نے داداجی کی وفات کے بعد انہی کے دامن سے وابستہ ہونے میں خیر سمجھی اور انہی کے نقوش قدم پر چلنے میں ''راہِ نجات'' نظر آئی۔ حضرت جلالپوری شہید رحمہ اللہ سے حضرت داداجی رحمہ اللہ کی زندگی میں بھی ''تعلق'' اور ''رابطہ'' تھا مگر اتنا گہرا اور مسلسل نہیں تھا جتنا داداجی کی وفات کے بعد قائم ہوا۔

حضرت جلالپوری شہید رحمہ اللہ کی پہلی زیارت حضرت داداجی کے ہاں ہی ہوئی تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس موقع پر داداجی نے حضرت جلالپوری شہید رحمہ اللہ کو ''خلعتِ خلافت'' سے نوازتے ہوئے سفید رنگ کا ایک رومال جو شائد انہی کا تھا ان کے سر پر اپنے دست مبارک سے باندھا تھا۔ پھر مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر زیارت کی سعادت ملتی رہی۔

آپ کو اللہ رب العزت نے بے پناہ صلاحیتوں، قابل رشک خوبیوں اور لائق تقلید اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا۔ علمی پختگی و گہرائی ہو یا عملی استقامت، وسعت مطالعہ ہو یا فن تحریر میں ید طولیٰ، مسلکی صلابت وتصلب ہو یا سلف صالحین پر بھرپور اعتماد، تصوف کے رموز واسرار ہوں یا تربیت واصلاح کے آداب ہر بحر کے وہ بہترین شناور تھے۔ اکابر پر اعتماد تو بہت سوں کو ہوگا لیکن حضرت کو اکابر کا بھی بھرپور اعتماد حاصل تھا۔ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی؟۔ بندہ ناچیز کے نزدیک ان کی سب سے بڑی خوبی وکمال تو یہ تھا کہ تادم آخر اپنے اکابر کے دامن سے مضبوطی سے وابستہ رہے اور باوجود اپنی بے شمار خداداد صلاحیتوں کے اکابر کے مسلک حق سے ''سرمو'' انحراف کا سوچا تک بھی نہیں۔ اور یہی چیز ہم سب کے لیے انتہائی ضروری اور غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔

نقش قدم پہ ان کے عزیزو چلے چلو　　　وہ راستے کو کر کے اُجاگر چلے گئے

حضرت لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے بعد بادی النظر میں ان کا خلا پر ہوتا نظر نہیں آتا تھا، اور یہی خدشہ تھا کہ اب مسند بنوری بے رونق ہوئی، لیکن یہ خیال اس وقت بالکل غلط ثابت ہوگیا جب حضرت جلالپوری رحمہ اللہ ہر میدان میں اپنے شیخ کی سچی تصویر ثابت ہوئے۔ اور کسی بھی میدان کو خالی وویران نہ ہونے دیا۔ مسلک حق کی اشاعت وحفاظت کے لیے میدان عمل میں سرگرم اور باطل سے برسرپیکار دیگر اکابر، حضرت اوکاڑی، حضرت قائد اہل سنت، حضرت امام اہل سنت رحمہم اللہ وغیرہم کے بعد ہر فتنہ کے تعاقب میں اکابر کی صحیح ترجمانی کے لیے ہماری نظریں حضرت جلالپوری شہید رحمہ اللہ کی طرف اٹھتی تھیں۔ اور واقعتاً آپ اپنے ''اکابر کی نسبتوں کے امین'' تھے۔

کس قدر ہوشیار چالاک اور مکار ہے ہمارا دشمن کہ چُن چُن کر ان ہستیوں کو نشانہ بنایا جو فتنوں کی تیز ترین دھوپ کے اس دور میں تپتے صحرا میں گھنے درخت کی چھاؤں کی مانند تھے۔ عیار دشمن کا یہ وار ایسا کاری بیٹھا کہ جس نے حقیقۃً ہماری کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔

ادھر چند سالوں میں ہی اجل نے بھی ان نفوس قدسیہ کو لقمہ بنایا جن کے بغیر امت مسلمہ بالکل بے دست وپا ہو کر رہ گئی ہے، منزل کی طرف لے جانے والے معتمد رہبر ایک ایک کر کے ہم سے چھن گئے ہیں۔ جام شہادت نوش فرمانے والوں اور رب سے ملاقات کرنے والوں کے تو مزے ہوگئے، لیکن ہم ناتواں ضعیفوں کو آزمائش در آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔

بُرا ہو ظالم کا جس نے ''اسلاف کی نشانی'' ہم سے چھین لی...... ہلاک ہو ستمگر جس نے گلشن لدھیانوی کا مہکتا پھول بلکہ ''پھولوں کا سردار'' مسل دیا...... تباہ ہو آسامی جو ''علماء حق'' کے خون کی پیاسی ہے...... برباد ہوں ہاتھ جو ان سازشوں کے تانے بانے بُن رہے ہیں...... نامراد ہوں اصحاب اقتدار جو ان مجرموں کی پشت پناہی

کرتے ہیں......خاک آلود ہوں سَر جن میں دین اور اہلِ دین کی عداوت بھڑک رہی ہے......غرق ہوں ارباب حل وعقد جو ''خونِ مسلم'' کے عوض ڈالروں کے سمندر میں تیرنے کے خواہش مند ہیں......پکڑ ہو خدا کی بد بخت پر، جو محافظین ناموس رسالت کا دشمن ہے......غضب ہو ربّ ذوالجلال کا بد باطن پر، جسے ''پاسبان ناموس صحابہؓ'' کا وجود برداشت نہیں...... مار ہو خدائے عزوجل کی ضمیر فروش پر، جس نے ہم سے ہمارا ''راہ نما'' جدا کر دیا...... پھٹکار ہو سفاک قاتل پر، جس نے ہمیں ''محبوب قائد'' و ''دینی پیشوا'' سے محروم کر دیا......موت پکڑے شقی القلب کو، جس نے ''نسبتوں کے امین'' پر گولیوں کی بوچھاڑ کر کے اسے ابدی نیند سلا دیا......

بے شک یہ دنیا فانی ہے......کیسے کیسے پیارے لوگ جدا ہو جاتے ہیں......! وہ ہمارے درمیان تھے تو غم بھی خوشی بن جاتے تھے......وہ چلے گئے تو خوشیوں پر بھی غم نے اوس ڈال دی ہے......

کوئی مزا مزا نہیں، کوئی خوشی خوشی نہیں ترے بغیر زندگی، موت ہے زندگی نہیں
لاکھ ہنسی کی بات ہو، لب پر مگر ہنسی نہیں غنچۂ دل بس اب ، مرا بہرِ شگفتگی نہیں

حضرت جلالپوری شہید کون تھے......؟ اہل ایمان کے مخلص راہنما...... اہل اسلام کا عظیم سرمایہ ......اکابرین کے معتمد...... بہادر قائد......خوبصورت، خوب سیرت، سادہ مگر باوقار......مقرر، مصنف، محقق، مدرس، مدبر، مصلح، ...... انداز وفکر میں متانت وسنجیدگی...... سراپا اُنسیت واپنائیت......مسلکی حمیت سے بھرپور......اپنے اساتذہ کے منظورِ نظر......متعلقین کے بے حد محبوب......ایک مخلص، ماہرفن، قابل، ذہین، محنتی اور ہمہ وقت فکر دین رکھنے والے شیخ ومرشد......عمدہ صلاحیتوں کے مالک......ناموس رسالت کے ساتھ والہانہ لگاؤ رکھنے والے...... ہمہ تن ختم نبوت کے تحفظ میں مصروف......اکابر کے مسلکی مؤقف، اہل حق کے سچے اور سُچے عقائد ونظریات کی خوشبو سے ہر ہر گھر کو معطر کرنے میں دن رات مشغول......باہمت مردِ کامل تھے......

آج اہل باطل خوش ہیں کہ......اسلام کا ایک ستون گر گیا......اہل سنت کا ایک روشن ستارہ ٹوٹ گیا......دیوبند کا ایک دلکش وحسین گنبد مسمار ہو گیا......جبکہ اہل ایمان اس سخت آزمائش کی گھڑی میں اپنے رب کو یاد کر کے اپنے محبوب قائد کے مشن کو جاری رکھنے کا عہد کر رہے ہیں۔

وہ تواضع کا پیکر تھے......مگر اللہ نے ان کو رعب بھی خوب عطا فرمایا تھا......ایمانی حمیت اور مسلکی غیرت کے جوش اور ولولہ نے انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا......کبھی قادیانیت کی بیخ کنی کرتے......کبھی ''گوہر شاہی'' کے بخیے ادھیڑتے ......کبھی یوسف کذاب کا تیا پانچا کرتے......کبھی یوسف کذاب کے چیلے ''زید زمان'' کا تعاقب اور اس کی حقیقت طشت از بام کرتے......کبھی مماتیت کے پرخچے اڑاتے......کبھی ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کی خرافات پر گرفت کرتے......اور کبھی ''غامدیت'' کا قلع قمع کرتے نظر آئے......

غرض تمام فرق باطلہ وضالہ (قادیانیت، رافضیت، خارجیت، مماتیت، یزیدیت، غیر مقلدیت،

مودودیت، بریلویت، آغاخانیت، ذکریت، بہائیت، گوہر شاہی، غامدیت، پرویزیت اور جدیدیت) کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے رہے......اپنی استطاعت سے بڑھ کر دین کی اشاعت وحفاظت کا کام کیا......اور ماشاء اللہ خوب خوب کیا......اہل ایمان کے ایمان کی حفاظت کی......اور ماشاء اللہ خوب کی...... اہل باطل کے شر ور وفتن سے عوام کو بچانے کی خاطر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لائے......اور ماشاء اللہ خوب لائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاکیزہ جماعت کی ناموس کے تحفظ کی خاطر محنت وجدوجہد کی......اور ماشاء اللہ خوب کی......حتیٰ کہ اسی میں جام شہادت نوش فرما گئے۔

ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ خدا نے ان کو شہادت کی سچی تڑپ سے بھی نوازا تھا......ان کی بے چین روح ہر دم شہادت کی تلاش میں رہتی تھی......اور کیوں نہ ہوتی! جب ان کے مرشد نے بھی اسی راستے سے خدا کے حضور پیش ہونا پسند فرمایا تھا......ان کی بھی یہی دعا تھی......کہ اچانک ان کی دعا قبول ہوگئی......اور بارگاہ ذوالجلال سے ''بلاوا'' آ گیا......وہ تو کب سے اس کے منتظر تھے......تشنہ لب مسافر کو جب ساقی کا بلاوا آ جائے تو دل کتنا خوش ہوتا ہے؟......اُن کو واقعتاً دلی خوشی ہوئی ہوگی۔

گئے یہاں سے شہید ہو کر وہاں وہ پہنچے ''سعید'' ہو کر
گئے تھے جس راستے سے مرشد وہ کیوں نہ جاتے مرید ہو کر

ان کا سانس رک جانے اور ان کی روح کے اعلیٰ علیین میں منتقل ہو جانے کے بعد لوگوں نے کہا حضرت جلالپوری ہمیشہ کے لیے مر گئے......رب کا قرآن فوراً بول پڑا...... ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا، بل احیاء عند ربھم یرزقون، فرحین بما اٰتھم اللہ'' ......وہ تو زندہ ہیں......اپنے رب کے پاس خوش ہیں......بہترین جگہ منتقل ہو گئے ہیں۔

......وہ اہل ایمان بالخصوص حضرت لدھیانوی وحضرت امام اہل سنت کے معتقدین کے لیے ایک ابرِ رحمت تھے جو برستے برستے اچانک جنت کی ہواؤں میں گم ہو گئے......اب تو بس ان کی یادیں ہیں جو دل ودماغ کے دریچوں سے داخل ہو کر اندر کو معطر ومنور کرتی چلی جاتی ہیں......

وہ ٹھاٹھ کے ساتھ جیتے رہے......اور جب جانے کا وقت آیا تو شہادت کی بلند وبالا چوٹی پہ جا بیٹھے......ان کے اساتذہ، تلامذہ، مریدین، متعلقین، محبین اور معتقدین ان سے محبت رکھتے تھے......

مجھے تھی افضلؔ محبت اس سے، مجھے عقیدت تھی اس جواں سے
محبت الفت کا منتہیٰ تھا، سعید احمد جلال پوری

اور اب تو اس محبت میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے......یہی محبت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم ان کے ایصال ثواب کے لیے......دعائیں کر رہے ہیں......ان کی جدائی پر ماتم کرنے کی بجائے ان کے مشن کو

جاری رکھنے کا پختہ ارادہ کررہے ہیں...... ناموس رسالت کے دفاع کا عہد اور اس کے لیے کوشش کررہے ہیں......تحفظ ختم نبوت کی خاطر تن من دھن کی بازی لگانے کا عزم کررہے ہیں......اپنے اکابر کے حق وسچ مؤقف،عقائد ونظریات،مزاج ومذاق،مسلک ومشرب کی اشاعت وحفاظت کے لیے میدان عمل میں اتر رہے ہیں......اللہ تعالیٰ توفیق سے نوازے اور قبول فرمائے۔آمین

ہم اپنے محبوب قائد پر خراج تحسین کے پھول کیوں نہ نچھاور کریں؟ اے اللہ تو ہمارا محبت وعقیدت بھرا اسلام اور ہمارا عزم ہمارے پیارے راہ نما اور محبوب قائد کو پہنچادے اور ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرما۔آمین

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا اعتماد!

راقم کے داداجی حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کو حضرت جلالپوری شہید رحمہ اللہ پر اس قدر اعتماد تھا کہ اپنے چند گنے چنے خلفاء میں سے بھی تصوف اور مسلکی پختگی کے اعتبار سے حضرت جلالپوری شہید کو مقدم جانتے تھے۔ایک مرتبہ راقم نے داداجی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ کے خلفاء میں تصوف کے اعتبار سے سب سے زیادہ کون ہے؟ فرمایا:

''سعید جلالپوری، پھر عابد (راقم کے چچا، پیر طریقت مولانا رشید الحق خان عابد مدظلہ)''

☆...... جب ''ٹی وی'' چینل والا مسئلہ عروج پر تھا، اس وقت داداجی سے ان کا مؤقف دریافت کیا گیا تو فرمایا ''میرا مؤقف وہی ہے جو مولانا سعید احمد جلالپوری صاحب کا ہے۔'' وہ مکمل سوال اور حضرت امام اہل سنت کا جواب درج ذیل ہے:

سوال گرامی قدر حضرت والد صاحب دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بین الاقوامی سطح پر غیر مسلم لابیاں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر آلود پروپیگنڈے میں مصروف ہیں ان کے مؤثر جواب کے لئے مسلم راہنما اسلامی ٹی وی چینل اور کیبل کا سوچ رہے ہیں اس سلسلہ میں علماء کی دو رائے سامنے آرہی ہیں ایک طبقہ یہ کہتا ہے جسکی قیادت مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب مدظلہ اور مولانا علی احمد سراج صاحب مدظلہ وغیرہ کررہے ہیں کہ ایسا ٹی وی چینل اور کیبل جائز اور درست ہے جسمیں فوٹو بھی آتی ہے اور ان حضرات نے آپ کے حوالہ سے ایک خبر شائع کی جو کہ اخبارات میں شائع ہوئی کہ آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان مرحوم کو ایسے چینل کی اجازت دی تھی اور پھر علماء کے ایک وفد جس میں مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب مدظلہ بھی تھے ان سے بھی آپ نے ایسے الفاظ فرمائے جسمیں فوٹو والے چینل کی تائید ہوتی ہے۔علماء کے اس نظریہ کے باعث اب مساجد اور مدارس میں بھی دینی مجالس کی فوٹو اور ان کی سی ڈی بے دھڑک تیار کی جارہی ہیں جبکہ علماء کے دوسرے طبقہ جس میں سرفہرست مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری مدظلہ ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ دنیا میں ایسے چینل اور کیبل بھی کام کررہے ہیں جن میں فوٹو نہیں آتی اور آواز سے مقاصد حاصل ہوجاتے ہیں اس لئے فوٹو والا چینل اور کیبل ناجائز ہے آپ کے بیانات اور تحریروں میں تصویر کو ناجائز

کہا گیا ہے خواہ وہ تصویر کیمرہ کی یا ویڈیو سے تیار شدہ ہو۔ جب آپ کے ہاں تصویر ہر حال میں حرام ہے تو آپ نے تصویر والے ٹی وی چینل اور کیبل کی اجازت کیسے دے دی ہے؟ اس بارہ میں کسی عزیز سے اپنے مؤقف کی ایسی وضاحت فرمائیں کہ کوئی ابہام باقی نہ رہے اور آپ کے ہزاروں شاگرد اور لاکھوں معتقدین اس کی روشنی میں ٹھوس رائے قائم کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور تا دیر آپ کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین۔

فقط آپ کا بیٹا......حافظ عبدالقدوس خان قارن......مدرس: مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ 21 ستمبر 2008ء

الجواب میں نے کبھی بھی فوٹو کی اجازت نہیں دی۔ میرا مؤقف وہی ہے جو مولانا سعید احمد جلالپوری کا ہے۔ جس چیز میں فوٹو ہو وہ قطعاً جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جو چیز میری طرف منسوب ہے وہ غلط بیانی ہے یا کج فہمی ہے۔ مولانا اسلم شیخوپوری صاحب سے جو میں نے کہا تھا وہ اسلامی بینکاری اور بغیر تصویر چینل سے متعلق تھا۔

فقط......ابوالزاہد محمد سرفراز......۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ 21 ستمبر 2008ء بروز اتوار

☆...... جب حضرت داداجی پر فالج کا تیسرا حملہ ہوا اور صاحبِ فراش ہوئے تو ''فقہی مسائل'' دریافت کرنے والوں سے فرماتے کہ میرے بیٹے عبدالقدوس قارن یا کسی اور معتبر عالم دین سے پوچھ لیں، فرق باطلہ اور فتنوں کے بارے میں سوال کرنے والوں کو تایا جان قارن مدظلہ، حضرت جلالپوری شہید اور راقم کے والد ماجد مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ کی طرف متوجہ فرماتے اور اپنے مریدین کو مولانا سعید احمد جلالپوری شہید کی طرف ہی مراجعت کا حکم دیا کرتے تھے۔ ع ایں سعادت بزور بازو نیست

بکھری یادیں!

☆...... داداجی کی وفات کے متصل بعد میرے اساتذہ نے ''المصطفیٰ'' کے ''امام اہل سنت نمبر'' کی ترتیب وتدوین کی ذمہ داری مجھے سونپی تو بندہ نے اس نمبر کے لیے اپنے دو مضامین ترتیب دیئے، ایک میں حضرت داداجی کی تمام کتب کا مختصر تعارف پیش کیا اور دوسرے میں اپنی ذاتی یادداشتوں اور مختلف شخصیات ومسائل کے بارہ میں داداجان کے مؤقف کا تذکرہ کیا۔ دونوں مضامین جانشین امام اہل سنت مولانا عبدالقدوس قارن مدظلہ اور حضرت جلالپوری کی خدمت میں برائے اصلاح پیش کیے، دونوں بزرگوں نے اس میں مناسب ترمیم (حذف واضافہ) کا حکم فرمایا، بندہ نے تعمیل کی، اور جب مضمون کے بارے پوچھنے کے لیے حضرت جلالپوری صاحب کو فون کیا تو بندہ کی اس قدر حوصلہ افزائی فرمائی اور ایسے کلمات ارشاد فرمائے کہ میں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ پہلے خوب حوصلہ افزائی فرمائی اور پھر اصلاح بھی فرمائی......

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل نسیم سحر یہ سب تیری مہربانی ہے

فرمایا: ''تمہارا مضمون بہت اچھا ہے، ماشاء اللہ بہت خوب لکھا ہے، مجھ سے تو بہت اچھا لکھا ہے۔ ماشاء اللہ۔ البتہ فلاں فلاں بات نامناسب ہے، اسے نکال دو اور فلاں الفاظ تبدیل کر دو، اور فلاں بات اس طرح لکھو!''

غرض پوری پوری راہ نمائی فرمائی، اور اپنے مضامین ''کمپوز شدہ'' ارسال فرمائے۔ اور استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم سے بھی ایک مضمون لکھوا کر ارسال فرمایا، جب فون پر رابطہ ہوا تو فرمایا:

''میں نے خاص تمہارے لیے پانچ صفحات کا مضمون بڑی مشکل سے، بڑا زور لگا کر حضرت ڈاکٹر صاحب سے لکھوایا ہے۔ وہ بھی بھیج رہا ہوں۔''

خلاصہ یہ کہ ایسی شفقت کا معاملہ فرمایا کہ مدتوں بھلائے نہیں بھول سکتا۔ پھر ''امام اہل سنت نمبر'' کا انتظار فرماتے رہے، بندہ نے طبع ہوتے ہی فوراً دو نسخے بذریعہ پارسل ڈاک دفتر ''بینات'' ارسال کر دیئے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ درمیان میں ہی کہیں غائب ہو گئے۔

''امام اہل سنت نمبر'' منظر عام پر آنے کی دیر تھی کہ ہر طرف سے اس ناچیز پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی، وجہ یہ تھی کہ اس عاجز نے ''امام اہل سنت نمبر'' میں ''امام اہل سنت......اور......علوی مالکی صاحب'' کے عنوان کے تحت کچھ لکھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

محمد علوی مکی مالکی صاحب مسلکاً خالص اور کٹر بریلوی تھے، اور اپنے شرکیہ نظریات کا اظہار اپنی کتب میں گول مول انداز میں کرتے تھے، اس پر مشائخ عرب نے ان کے نظریات کا مدلل رد کیا، علوی مالکی صاحب نے بدلہ لینے کے لیے ایک کتاب لکھی، جس کا نام ''مفاهيم يجب ان تصحح'' تھا، جس میں بظاہر تو ''سلفیت'' کا رد تھا لیکن حقیقت میں بریلوی شرکیہ نظریات کا پرچار تھا۔ علوی مالکی صاحب نے مختلف عرب ممالک کے شیوخ سے اس کتاب پر تائیدی دستخط بھی لے لیے اور بعض سے تقاریظ بھی، اور مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کو استعمال کرتے ہوئے دھوکہ دہی سے پاکستان کے بہت سے حضرات سے بھی اس پر تقریظات و تائیدات لکھوالیں، ان میں سے بعض پاکستانی اکابر نے تو مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے تقاریظ لکھ دیں، پھر ان پر اعتماد کرتے ہوئے بہت سے دوسرے حضرات اکابر نے بھی تائیدی دستخط فرما دیئے۔ بعض حضرات جیسے حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ وغیرہ جنہوں نے کتاب کو بغور دیکھا انہوں نے اس پر تحفظات کا اظہار بھی کیا، لیکن جب کتاب چھپ کر آئی تو ان حضرات کی تقاریظ اس میں شامل نہ تھیں۔ کتاب چھپنے کے بعد جب دوسرے اکابر جن کی تائیدات درج تھیں ان سے اس کے متعلق سوالات ہوئے تو اکثر نے یہی فرمایا کہ ہم نے دوسروں پر اعتماد کر کے تائید کی تھی، اور اب جب کہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی ہے ہم اپنی تائید سے برأت کا اعلان کرتے ہیں، لہٰذا ان کے رجوع و وضاحت نامے اعلانیہ شائع

ہوئے۔مثلاً حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ کا ''اعلان برأت''۔

علوی مالکی صاحب کی اس کتاب کا اردو ترجمہ پاکستان میں ''اصلاح مفاہیم'' کے نام سے صوفی اقبال صاحب و مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب وغیرہما نے شائع کرایا......پھرانہی باطل نظریات پر مشتمل ایک رسالہ ''اکابر کا مسلک و مشرب'' مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب نے خود ترتیب دے کر شائع کیا، (جو ''شراب'' کی بوتل پر ''بزوری'' کے لیبل کا نمونہ تھا۔) اس رسالہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ کی طرف بعض غلط نسبتیں بھی کی گئی تھیں، مثلاً حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ ''عرس''، ''میلاد'' اور ''تعین وقت کے ساتھ ایصال ثواب'' کے نہ صرف قائل تھے بلکہ اپنے متعلقین کو ان کی ترغیب دیا کرتے تھے، وغیرہ وغیرہ۔(نعوذ باللہ)

اس پر حضرت لدھیانوی شہید سمیت دیگر اکابر نے ان حضرات کا زبردست تعاقب کیا اور رسالہ میں مذکور نظریات سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے ان کو ''مسلک دیوبند'' اور بالخصوص شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے ''نظریات'' کے خلاف قرار دیا۔اس پر ملک بھر کی فضا علوی مالکی صاحب کے حامیوں کے مخالف ہوگئی، جب کوئی پس و پیش نہ چلی تو مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب نے علوی مالکی صاحب کی کتاب ''مفاہیم'' پر اپنی تائید و تقریظ، اور اپنے رسالہ ''اکابر کا مسلک و مشرب'' سے رجوع کیا، جس پر بہت سے حضرات نے انہیں خراج تحسین پیش کیا، (لیکن ساتھ ہی اکابر نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ آپ کا یہ ''رجوع'' نامکمل ہے، آپ ایک قدم اور بڑھائیں اور اسے مکمل فرمادیں۔تا کہ بات بالکل واضح ہوجائے۔لیکن مولانا عزیز الرحمٰن صاحب آج تک اس کے لیے تیار نہیں ہوئے کہ وہ اکابر دیوبند کا واقعی مسلک بیان کر کے علوی مالکی صاحب کے نظریات کی تردید کریں۔) جبکہ مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب تاحال اپنے غلط نظریہ پر قائم و دائم ہیں، اور علوی مالکی صاحب کی تحریرات کو بالکل درست قرار دیتے ہیں۔اس بارے میں حضرت امام اہل سنت کا موقف یہ تھا کہ ''علوی مالکی احمد رضا خان سے بھی بڑا ابدعتی ہے، اور جو اس کی تائید کرے وہ بھی اسی جیسا ہے۔''

[ملخصاً، مجلّہ ''المصطفیٰ''، امام اہل سنت نمبر]

بندہ نے ''امام اہل سنت نمبر'' میں یہ باتیں لکھیں اور عم مکرم مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہ اور محسن معظم مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ کی نظر ثانی و اجازت کے بعد راقم کا مضمون طبع ہوا۔

اس پر بہت سے احباب ناراض ہوئے کہ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب تو رجوع کر چکے ہیں، تم نے ان کا تذکرہ کیوں کیا......؟ اسی دوران مولانا مکی صاحب اور مولانا ہزاروی صاحب کے خلفاء و متعلقین کی طرف سے بڑی شد و مد کے ساتھ یہ مطالبہ ہوا کہ ''تم اس سے رجوع کر کے اس پر معذرت شائع کرو! اور آئندہ ایڈیشن سے اس حصہ کو نکال دو!'' راقم نے اپنے اکابر، جانشین قائد اہل سنت مولانا حبیب

الرحمٰن سومرو دامت برکاتہم، شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ، مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی، مولانا نور محمد تونسوی، مولانا مفتی جمیل الرحمٰن [چکوال]، مولانا جمیل الرحمٰن عباسی مدظلہم اور دیگر سے مشورہ کیا تو سب نے یہی فرمایا کہ: ''یہ اکابر کا حق موقف ہے، اس سے رجوع کسی طرح بھی درست نہیں۔

رہی بات مولانا ہزاروی کے ''رجوع نامہ'' کی، تو بقول مولانا مفتی عبدالواحد وہ محض ''دفع الوقتی'' تھا، مکمل رجوع نہیں، کیونکہ ہزاروی صاحب نے ''رجوع نامہ'' میں علماء دیوبند کے نظریات سے موافقت کا اظہار تو کیا مگر ''علوی نظریات'' کی تردید نہیں کی، یعنی یہ صراحت نہیں کی کہ: ''علوی نظریات'' باطل ہیں اس وجہ سے رجوع کرتا ہوں!''۔ دوسری طرف مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کہتے ہیں کہ ہزاروی صاحب کا رجوع قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کے دباؤ کی وجہ سے تھا۔ (نہ کہ ''علوی نظریات'' کے باطل ہونے کی وجہ سے)

لہٰذا جب تک مولانا ہزاروی صاحب غیر مبہم، واضح اور کھلے انداز میں علوی مالکی صاحب کے باطل نظریات کی تردید کرتے ہوئے اکابر دیوبند کے واقعی مسلک کو لکھ کر اپنے سابقہ موقف کو اور اس کی حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی طرف نسبت کو غلط قرار نہ دیدیں تب تک وہ علوی مالکی صاحب کے نظریات کے حامی ہی متصور ہوں گے۔''

بندہ نے بھی احتجاج وتنقید کرنے والے تمام حضرات سے یہی گذارش کی کہ اس ناچیز نے جو کچھ لکھا ہے حضرت قائد اہل سنت ودیگر اکابر کی پیروی میں اور موجودہ اکابر کی تائید کے ساتھ لکھا ہے، اگر ان کے ذوق کے منافی ہو تو ثابت کریں فوراً علی الاعلان رجوع شائع کردوں گا۔ ورنہ دباؤ ڈالنا بے کار ہوگا۔ جب بندہ نے حضرت جلالپوری شہید سے یہ صورت حال عرض کی تو فرمایا کہ:

> ''کیا یہ واقعہ پیش نہیں آیا؟......اگر آیا ہے اور یقیناً آیا ہے تو ''رجوع'' کا کیا مطلب؟......
> آپ حضرات کو چاہیے کہ اپنا سر مضبوط کریں! اور اکابر کے موقف کے اظہار کے بارے میں کسی دباؤ کا شکار نہ ہوں۔''

پھر مجھے حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کا فرمان سنایا کہ:

''حضرت شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ [انڈیا والوں] نے مجھے خط کے ذریعے اور پھر ایک ملاقات میں بالمشافہ حکم فرمایا کہ ''اب اس (علوی مالکی صاحب، مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب اور مولانا ہزاروی صاحب والے) سلسلے کو بند کردیا جائے۔ میں (مولانا جلالپوری شہید) نے آپ کے دادا حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

> ''بزرگوں کا حکم اپنی جگہ، لیکن حقیقت اپنی جگہ، یہ ایک حقیقت ہے، اور آنے والی نسلوں تک اپنے بزرگوں کے عقائد ونظریات اور ان کے موقف ومسلکی ذوق کو پہنچانا اور حقائق سے آگاہ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔''

اسی دوران حضرت جلالپوری شہید رحمہ اللہ کو راقم نے خط لکھا تو انہوں نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

''برادر عزیز سلمہ اللہ العزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر آپ نے اس مضمون میں کوئی بات خلاف واقعہ لکھی ہے اور اس کی کسی نے نشاندہی فرمائی ہے تو اس پر معذرت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر اس کے مضامین حقیقت پر مبنی ہیں تو معذرت چہ معنی دارد......؟''

آخر میں لکھتے ہیں کہ:

''(آئندہ ایڈیشن میں وضاحت کرتے ہوئے یہ لکھ دیا جائے تو بہتر ہوگا کہ) ہم نے اس قضیہ کا تذکرہ اپنے اکابر کے مسلکی ذوق اور تاریخی حقائق کو بیان بلکہ اگلی نسلوں تک پہنچانے کے لیے کیا ہے، ہماری دوسری کوئی نیت نہ تھی نہ ہے۔ واللہ اعلم''

سعید احمد......۱۶ / ۱ / ۳۱ھ

(حضرت شہید رحمہ اللہ کا یہ خط بندہ کے پاس محفوظ ہے۔)

حضرت کے ان خطوط اور اکابر کی راہ نمائی کے بعد یہ ناچیز اپنے مؤقف پر پورے شرح صدر کے ساتھ ڈٹ گیا۔

☆...... گذشتہ سال جب دار العلوم مدنیہ کی ''مجلس شوریٰ'' کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لیے بہاولپور تشریف لائے تو بندہ نے آمد سے قبل ہی فون کر کے گذارش کی کہ 10/15 منٹ اس ناچیز کو بھی عنایت فرمائیں، چند گذارشات ہیں۔ اجلاس کے دن ظہر کی نماز کے بعد بندہ مسجد سے مدرسہ آتے ہوئے راستہ میں کھڑا ہو گیا اور حضرت شہید کا انتظار کرنے لگا، چند ہی لمحوں بعد تشریف لائے تو بندہ نے آگے بڑھ کر سلام کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا تو گلے سے لگا لیا، پھر ہاتھ پکڑ کر ساتھ مدرسہ کے صحن میں لے آئے اور اجلاس میں شرکت کے لیے آنے والے دیگر اکابر سے تعارف کرایا، پھر بڑے درد سے فرمانے لگے:

''ہم تو اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں یا اللہ! تو اگر اولاد دے تو اسے اکابر کے مسلک کا پیروکار بنا، اگر وہ اولاد فتنہ اور گمراہی کا باعث ہو تو اسے نابالغی میں ہی موت دیدے!، ماردے!، اسے زندہ نہ رکھ۔ بالخصوص اکابر کی وہ اولاد جو ان کے نقش قدم پر نہیں اس کی تو جان بچپن ہی میں لے لے، تاکہ عوام الناس گمراہی سے بچے رہیں۔''

عم مکرم مولانا زاہد الراشدی مدظلہ کے صاحبزادے مولانا عمار خان ناصر کی علمی، فکری اور مسلکی بے راہ روی آوارگی اور گمراہی پر آپ بہت دکھی رہتے تھے۔ جب بھی بندہ فون کرتا تو یہی پوچھتے کہ:

''تم لوگ اسے سمجھاتے کیوں نہیں ہو؟''

جب عرض کیا کہ وہ سمجھنے کی حدود کراس کر چکے ہیں تو فرماتے:

''پھر اسے الگ کر دو!، بائیکاٹ کرو! اور اس کی حضرت امام اہل سنت کے مسلک

ومشرب سے برأت کا اظہار کرو! یہ حضرت کے خاندان پر دھبہ ہے، تم لوگ اس دھبے کو مٹاتے کیوں نہیں؟ اس کے خلاف کیوں نہیں لکھتے؟ کون لکھے گا؟ تمہارا خاندان عوام کو اس کے شر اور فتنہ سے محفوظ نہیں رکھے گا تو کون رکھے گا؟ وہ تو اپنے غلط اور ملحدانہ نظریات لکھتا جا رہا ہے''۔

جب بھی فون پر بات ہوتی آپ مولانا عمار خان ناصر کے بارے بہت ہی زیادہ فکر مند ہوتے، اُس روز بھی نہایت دردناک لہجے میں فرمایا کہ:

''اللہ ایسی اولاد ہی نہ دے جو بدنامی کا باعث بنے''

جن دنوں عم محترم مولانا زاہد الراشدی مدظلہ کے بارے یہ بات پھیلی کہ انہوں نے کسی ''مرزائی'' کی کتاب پر تقریظ لکھی ہے، انہی دنوں میرا حضرت جلالپوری شہید سے رابطہ ہوا تو بڑے ہی افسوس سے فرمایا:

''کہ کیا ہو گیا ہے اس بندے کو؟، مجھے لگتا ہے کہ یہ ضائع ہو گیا ہے، کسی کی نظر لگ گئی ہے، حضرت امام اہل سنت کی ساری مسلکی خدمات پر پانی پھیر رہا ہے''۔

بعد میں معلوم ہوا کہ ''صاحبِ کتاب'' کا مرزائی ہونا بھی اہل علاقہ کے ہاں مختلف فیہ ہے، تایا جان کے نزدیک وہ مرزائی نہیں، البتہ ''مودودیت'' کی طرف ضرور مائل ہے، لہٰذا تایا جان نے تقریظ لکھ دی۔ اور اپنی تقریظ پر وہ قائم و مطمئن ہیں۔

حضرت جلالپوری شہید رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ فون پر رابطہ ہوا تو بندہ نے عرض کیا کہ حضرت والد صاحب نے عمار ناصر صاحب کے باطل نظریات پر گرفت فرمائی ہے، ابھی ان کا مضمون جاری ہے، اس کی تکمیل میں سہولت اور سرعت کی دعا فرمائیں، تو بہت ہی خوش ہوئے اور والد مکرم کو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

بندہ نے ''امام اہل سنت نمبر'' کے لیے مضمون کی درخواست کی تو آپ نے ایک جاندار مضمون عنایت فرمایا، انہی دنوں بندہ کی گوجرانوالہ حاضری ہوئی تو دیکھا کہ وہ مضمون ''الشریعہ'' میں اشاعت کے لیے بھی پہنچا ہوا ہے، مجھے خیال آیا کہ یہ مضمون تو لگانا ہے ہی ایک اور مضمون حضرت جلالپوری صاحب سے لکھوالوں جو خاص ''المصطفیٰ'' کے امام اہل سنت نمبر کے لیے ہی ہو، اسی خواہش کے پیش نظر فون پر جب گذارش کی ابھی اتنا ہی کہہ پایا کہ ''وہ تو الشریعہ والوں کے پاس بھی پہنچ گیا ہے اور ہم نے تکرار ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے..........'' تو فوراً فرمایا:

''مجھے کوئی سروکار نہیں، جو مرضی چھاپ دے''

یعنی اس بات کا شوق نہیں کہ ہر نمبر میں میرا مضمون ہو۔ شہرت مطلوب نہیں، سعادت مقصود تھی جو حاصل ہو گئی۔ حضرت کے اس فرمان کے بعد بندہ کو ایک اور مضمون کی گذارش کرنے کی ہمت ہی نہ ہوئی، اس لیے چپکا بیٹھا رہا۔

(قارئین! میں ذرا دور نکل گیا، سلسلہ وہیں سے جوڑتے ہیں، کہ جلالپوری شہید رحمہ اللہ کی دار العلوم مدنیہ تشریف

آوری کے موقع پر بندہ ان سے ملا، مدرسہ کے صحن میں پہنچ کر دیگر اکابر کی زیارت ہوئی،) پھر حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ''تیرا رسالہ (امام اہل سنت نمبر) مجھے ابھی تک نہیں ملا؟'' بندہ نے ''امام اہل سنت نمبر'' کا ایک نسخہ ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا کچھ اور کاغذات بھی تھے جو حضرت ہی کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لایا تھا، وہ سب پیش کر دیئے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لیکر دارالعلوم مدنیہ کے ''دارالافتاء'' کی طرف بڑھے، اور دیگر احباب سے فرمایا کہ آپ حضرات دفتر میں تشریف رکھیں، میں چونکہ طالب علم ہوں اس لیے طالب علموں میں ہی بیٹھنا پسند کرتا ہوں، اور مجھے ساتھ لیے ''دارالافتاء'' میں آ گئے۔ تشریف فرما ہوئے، ''امام اہل سنت نمبر'' کھولا اور فہرست پر نگاہ دوڑانی شروع کی، تیسرے باب میں بندہ کے والد مکرم کے مضمون ''امام اہل سنت کا مسلک اعتدال......اور......عمار خان ناصر'' پر نگاہ پڑی تو فرمایا:

> ''اس خبیث فتنہ (غامدیت) کے تریاق کے لیے آپ کے اباجی کا مضمون بہت اچھا ہے، بہت ہی اچھا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ احسن (راقم کے بڑے بھائی) کا فون آیا تھا، وہ کہہ رہا تھا کہ اس پر تقریظ لکھدیں، تو میں نے کہا کہ اتنے اچھے مضمون کو کیوں میری تقریظ لگا کر خراب کرنا چاہتے ہو؟''

بندہ حضرت کی اس درجہ عاجزی پر حیران رہ گیا اور شرمندہ بھی ہوا پھر عرض کیا کہ مولانا عمار خان ناصر نے الشریعہ کے ''امام اہل سنت نمبر'' کے دوسرے ایڈیشن میں سے والد صاحب کے مضمون کا وہ حصہ نکال دیا ہے جس میں والد صاحب نے عمار صاحب کے نظریات پر گرفت فرمائی تھی، اس لیے والد صاحب کے مضمون کو الگ سے شائع کرانے کا ارادہ ہے آپ اس پر تقریظ تحریر فرمادیں! اس پر حضرت نے خاموشی اختیار فرمائی۔

پھر فرمایا:

> ''بہت فتنے ہو گئے ہیں، ہر جگہ کوئی نیا ہی فتنہ کھڑا نظر آتا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ [آمین]

پھر فرمایا کہ:

''جہاد کے بارے میں کتاب جو ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کی طرف سے شائع ہوئی ہے، اسمیں جاوید غامدی کی تقریظ ہے، اس نے اس میں نے بہت سے گل کھلائے ہیں، میرے پاس پہنچی تو میں نے اس پر تبصرہ شروع کیا، ان شاء اللہ ''بینات'' کے اداریے میں چھپ جائے گا، رات پانچ صفحات لکھے تھے، ابھی مکمل نہیں ہوئے، دعا کرو، اللہ تعالیٰ ہماری تمام فتن سے مکمل حفاظت فرمائے۔ [آمین]''

پھر جاوید احمد غامدی صاحب کی تقریظ میں درج دو ''نکتوں'' کی وضاحت اور تردید بیان فرمائی، جو اس وقت ذہن میں نہیں ہے۔

پھر حضرت شہید رحمہ اللہ نے ''المصطفیٰ'' کے ''امام اہل سنت نمبر'' کی مکمل فہرست پڑھی، بعض

مضامین نگاروں کے متعلق دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟......بعض کے بارے بندہ کو مطلع فرمایا کہ یہ قابل اعتبار نہیں...... بندہ کے مضمون سے متعلق چند تعریفی کلمات ارشاد فرمائے...... بیک ٹائٹل پر ''حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی نصیحت'' دیکھ کر حضرت کا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا اور انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور بندہ کو شاباش دیتے ہوئے مجموعی تبصرہ فرمایا کہ ''بہت اچھا کام کیا ہے تم نے۔ بہت اچھا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اکابر کے نقش قدم پر ثابت قدم رکھے۔''

''نمبر'' میں ابواب کے آغاز میں نمبر شمار (3-2-1) میں لکھے دیکھے تو فرمایا ''باب نمبر'' بھی اردو میں (۱-۲-۳) ہونا چاہیے۔''

اسی دوران دارالعلوم مدنیہ کے مہتمم حضرت مفتی عطاء الرحمٰن مدظلہ العالی تشریف لائے اور حضرت سے فرمایا کہ ''وہاں (دفتر میں) آپ کا انتظار ہو رہا ہے اب آپ تشریف لے آئیں!'' تو حضرت شہید نے بندہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑے ہی پیار سے فرمایا کہ ''اے اپنا بال اے!'' (یہ اپنا بیٹا ہے!) میں اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔'' پھر بندہ کو دعا دیتے ہوئے دفتر کی جانب چل دیئے۔

چند روز گزرے تھے وہ جمعرات کا دن تھا، بندہ کو پتہ چلا کہ حضرت جلالپوری صاحب مغرب کے وقت دارالعلوم مدنیہ تشریف لائیں گے، مغرب کے بعد بندہ حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کے کمرہ میں جا بیٹھا، حضرت تشریف لائے، بندہ نے مصافحہ کیا اور حضرت کے پہلو میں ذرا پیچھے ہو کر بیٹھ گیا۔ کافی دیر حضرت مہتمم صاحب سے گفتگو فرماتے رہے، کچھ ہی دیر میں حضرت کی روانگی کا وقت ہو گیا، حضرت اٹھے، بندہ بھی ساتھ ہی باہر نکلا، مدرسہ کے صحن میں گاڑی کھڑی تھی، حضرت نے گاڑی کے قریب پہنچ کر بندہ کو گلے سے لگایا، دعا دی اور رخصت ہو گئے۔ یہ بندہ کی حضرت شہید رحمہ اللہ سے آخری ملاقات تھی۔

☆...... مناظر اسلام، فاتح مماتیت، حضرت مولانا نور محمد تونسوی صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضری ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ مولانا جلالپوری شہید رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی، جب میرا تعارف ہوا تو اپنی جیب سے ایک لفافہ نکال کر مجھے دیا اور فرمایا کہ یہ آپ کی کتاب ''قبر کی زندگی'' پر آپ کا انعام ہے، ہمارے حضرت لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی کوئی شخص مسلک کی خاطر اہم خدمت انجام دیتا یا کوئی اچھا کام کر دکھاتا تو حضرت حوصلہ افزائی کے لیے اسے انعام دیا کرتے تھے۔ مولانا نور محمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت جلالپوری شہید نے مزید فرمایا کہ جو کچھ آپ کے سینے میں اس حوالے سے ہے وہ سب لکھیں، میں نے عرض کیا کہ میں تو اس کتاب کے بعد اس مسئلہ پر مزید لکھنے کا ارادہ ترک کر چکا ہوں تو حضرت جلالپوری شہید نے فرمایا کہ آپ اپنے ساتھ اسے لے کر قبر میں چلے جائیں گے، تو کیا فائدہ؟ لکھ دیں گے تو مخلوق خدا کو فائدہ ہوگا۔ چنانچہ مولانا نور محمد صاحب مدظلہ العالی تا حال فتنہ

مماتیب کے تعاقب میں میدان عمل میں موجود ہیں اور ان کے بخیے ادھیڑ رہے ہیں۔ مولانا نور محمد تونسوی صاحب نے بتایا کہ پھر حضرت جلالپوری صاحب آخر دم تک میرے ساتھ ہر قسم کا تعاون بھی فرماتے رہے۔

☆...... مولانا جمیل الرحمٰن عباسی مدظلہ راوی ہیں، شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہ جو بنوری ٹاؤن کے قدیم فضلاء میں سے ہیں، اور مسلکی حوالے سے معروف شخصیت ہیں، ایک بار بنوری ٹاؤن تشریف لے گئے تو حضرت جلالپوری شہید رحمہ اللہ ان کو لے کر حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کا تعارف کرایا اور مسلکی خدمات پر انعام دینے کی گذارش کی تو حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنی جیب سے ایک ہزار روپے انعام مرحمت فرمایا۔

☆...... ایک مرتبہ دار العلوم مدنیہ تشریف لائے، اور طلباء میں بیان فرمایا، اسی میں یہ نصیحت بھی فرمائی کہ آپ کو مدرسہ کی طرف سے دوپہر کو جو چھٹی ہوتی ہے وہ سونے اور آرام کرنے کے لیے ہوتی ہے، اسی طرح رات کا ٹائم بھی آپ کے آرام کا ہے۔ اس میں یہ سوچنا کہ یہ تو میرا اپنا ٹائم ہے، میں گھوموں، پھروں، بازار جاؤں، جو مرضی کروں، یہ بالکل غلط اور ناجائز ہے۔ اگر آپ اس ٹائم نہیں سوئیں گے تو کلاس میں نیند کریں گے اس سے سبق کا نقصان ہوگا۔ ہاں جسے نیند کم آتی ہو، یا سردیوں کی لمبی راتیں ہوں اور ٹائم بچتا ہو اسی دوپہر کو ٹائم ملے تو آپ اس ٹائم کو ضائع نہ کریں، بلکہ اس میں مطالعہ کرلیں، سبق لکھ لیں، اسے کام میں لائیں۔ کوئی مجبوری ہو اور مدرسہ کی طرف سے باہر جانے کی اجازت ہو تو ضروریات بھی پوری کریں، لیکن اپنے اس ٹائم کو ضائع بالکل نہ کریں۔

مزید فرمایا کہ: مدرسہ میں رہتے ہوئے کھانے پینے میں بھی خوب احتیاط کیا کریں، جو آپ کو اہل مدرسہ کی جانب سے ملا ہے، وہی آپ کا حق ہے، اس کے علاوہ بغیر اجازت لینا آپ کے لیے جائز نہیں، کیونکہ اس میں تمام طلبہ کا حق ہے۔ اس لیے حرام شمار ہوگا، اور حرام پیٹ میں گیا تو علم کا نور حاصل نہیں ہوسکے گا۔ اس بات کا خاص خیال رکھا کریں۔ بعض طلباء کے ذہن میں شیطان یہ ڈالتا ہے کہ مدرسہ والوں کو جو کچھ ملتا ہے ''ہماری وجہ'' سے ملتا ہے، اگر ہم نہ ہوں تو ان کو کچھ نہ ملے، یہ بالکل غلط اور سراسر شیطان کا دھوکہ ہے، اگر آپ کی وجہ سے ملتا ہے تو ذرا روڈ پر کھڑے ہو کر اتنا کچھ لے کر دکھاؤ! پتہ چل جائے گا!......

☆...... ایک مرتبہ بندہ حضرت داداجی کی خدمت میں تھا کہ عم مکرم مولانا منہاج راشد صاحب نے داداجی کو بتایا کہ کراچی سے مولانا سعید جلالپوری صاحب کا فون آیا ہے، آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں، داداجی نے فرمایا موبائل کا سپیکر آن کر کے میرے کان سے لگاؤ! چاچو جی نے تعمیل کی، سلام دعا کے بعد حضرت جلالپوری رحمہ اللہ نے خوشی سے بھرپور لہجے میں بتایا کہ:

''حضرت! کل ہمارے ہاں بنوری ٹاؤن میں حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب

تشریف لائے تھے، انہوں نے مسئلہ حیات النبی بڑے واضح انداز میں بیان فرمایا۔ چند لوگ (مماتی) سٹیج پر بیٹھے تھے، ان کے منہ کالے کالے ہو رہے تھے۔ اور مولانا ارشد مدنی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ: ''مدرسہ ''دار العلوم دیوبند'' کی بنیاد تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ہیں، لیکن ''مسلک دیوبند'' کی بنیاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ ہیں۔''

دادا جی نے اپنے خاص انداز میں تائیداً ہاتھ ہلایا۔ اور سلام دعا کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔

☆...... ایک مرتبہ بندہ کو اپنی کج فہمی کی وجہ سے ایک اشکال پیش آیا تو حضرت شہید رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھ بھیجا، آپ نے اس کا درج ذیل جواب مرحمت فرمایا:

برادر عزیز سلمہ اللہ العزیز وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے عزیز! حضرت امام اہل سنت قدس سرہ نے ایک واقعہ کو بیان کیا ہے، جس میں اسلام اور عیسائیت کے مناظرہ کی بات تھی اور اس میں عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام اور مسلمان مناظر کو فتح حاصل ہوئی، اور اس فتح کو ''ٹی وی'' کے ذریعے دو ارب لوگوں نے دیکھا، قطع نظر اس کے کہ یہ فعل درست ہے یا غلط، مگر ایسا ایک واقعہ ہوا ہے تو اس سے ''ٹی وی'' کے جواز کا کہاں سے ثبوت ہوا؟ کیونکہ اس پورے بیان میں حضرت نے کہیں اس مناظر کے اس فعل کی تحسین نہیں فرمائی اور نہ ہی ''ٹی وی'' کی افادیت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اسکی مثال بالکل ایسے ہے جیسے کوئی کہے کہ دو پہلوان سر بازار لڑ رہے تھے، ایک نے دوسرے کی پینٹی اتار دی تو اسی حال میں وہ سر عام بھاگ کھڑا ہوا، جس کو ہزاروں لوگوں نے دیکھا، اس میں غالب آنے والے پہلوان کی قوت وطاقت کا بیان تو ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس میں اس کی ''مخالف کی پینٹی اُتارنے'' کی کہاں تحسین ہے؟

بہر حال میرے خیال میں اس میں ''ٹی وی'' کی افادیت اور جواز کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ واللہ اعلم بالصواب

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ سعید احمد......۳۱/۱/۱۶ھ

☆...... بندہ نے دو مرتبہ حضرت کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا اور جوابی لفافہ ساتھ نہ بھیجا، اسپر حضرت شہید رحمہ اللہ نے بندہ کو کمال شفقت سے ادب اور طریقہ بھی سکھایا اور شرمندہ بھی نہیں فرمایا، وہ اس طرح کہ اپنے جوابی مکتوب کے آخر میں تحریر فرمایا'' (نوٹ: جواب کے لیے جوابی لفافہ مکمل ایڈریس لکھ کر بھیجا کریں۔)

☆...... جن دنوں بندہ ''دار العلوم مدنیہ'' کے ترجمان مجلّہ ''المصطفیٰ'' کی ایڈیٹنگ کی ذمہ داری انجام دیتا تھا، انہی دنوں بندہ نے حضرت کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ آپ ''المصطفیٰ'' کے بارے اپنی رائے گرامی سے آگاہ ومطلع فرمائیں تو درج ذیل مکتوب ارسال فرمایا جس کے لفظ لفظ سے حوصلہ افزائی اور اصاغر

نوازی ٹپک رہی ہے:

محترمان مکرم حضرات ارکان منتظمہ مجلّہ ''المصطفیٰ'' بہاولپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معروض آنکہ آپ کا مکتوب مع مجلّہ ''المصطفیٰ'' [رمضان/شوال ۱۴۲۹ھ]

موصول ہوا۔ یادفرمائی کاشکریہ۔جزاکم اللہ احسن الجزاء

بلاشبہ میں ایسے تمام اداروں اور کارکنوں کو قابل مبارک باد سمجھتا ہوں اوران کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں جو اکابر واسلاف دیوبند کی فکر کو ''نسل نو'' تک پہنچانے اور بدعات ورسومات اور خصوصاً ''فکر کج راہی'' سے بچانے بلکہ اس کی راہ میں بند باندھنے میں مصروف ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا ادارہ اوراس کا مجلّہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو دن دوگنی، رات چوگنی ترقی سے سرفراز فرمائے۔آمین۔دعوات صالحہ کا خواستگار ہوں۔''

والسلام......سعید احمد......۲۹/۱۱/۵ھ

حضرت جلالپوری شہید رحمہ اللہ کے جانشین، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ اور بھتیجے مولانا انس جلالپوری مدظلہ کے حکم پر چند صفحات لکھ دیئے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہم سب کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر مضبوطی سے قائم رہنے کی توفیق رفیق فرمائے۔آمین۔بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

خدا رکھے مرے حرف وقلم کو کاروانِ حق سے وابستہ

تمہارا نقشِ پائے استقامت ہو مری منزل مرا رستہ

تصحیح

مجلّہ ''صفدر'' شمارہ نمبر۸ کے مضمون ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' کی سطر نمبر ایک میں کمپوزر کی غلطی سے ''فرمانبردار شاگرد'' لکھا گیا ہے، جبکہ صحیح ''نافرمانبردار شاگرد'' ہے۔قارئین تصحیح فرمالیں۔[ادارہ]

پیامِ صفدر مدیر اعلیٰ کے قلم سے

ذمہ داران مدارس کی خدمت میں......

ایرانی انقلاب کے بانی ''خمینی صاحب'' کی توہین رسالت، کفریہ عقائد، اسلام دشمنی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عداوت پر مشتمل پالیسیاں اور کتب اصحابِ فکر و دانش کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہیں۔ اسی طرح عالم اسلام بالخصوص سعودی عرب اور پاکستان کے خلاف ان کی گھناؤنی سازشیں بھی کسی سے مخفی نہیں ہیں، امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ ان کی کشمکش کی اصل حقیقت پر مطلع ہونے کے لیے وزیرستان کے نذیر احمد صاحب (جو طویل عرصہ ایران میں پاکستان کے سفیر تعینات رہے ہیں) کی دو کتب ''ایران: افکار و عزائم''......اور......''ایران اور عالم اسلام'' لائق مطالعہ ہیں۔ ان دو کتب کے مطالعہ سے امریکہ، اسرائیل اور ایران کی باہمی گہری دوستی واشگاف ہو جاتی ہے، ایرانی حکومت آج تک خمینی صاحب کی وضع کردہ پالیسیوں پر عمل پیرا ہے چنانچہ حال ہی میں روزنامہ ''جنگ'' ملتان میں شائع ہونے والی ایک خبر ملاحظہ ہو'' پاسدارانِ انقلابِ ایران نے انکشاف کیا ہے کہ ایرانی صدر احمدی نژاد اور ان کا گروہ یہودی ہیں، وہ ایک خفیہ یہودی تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں، وہ ظاہراً یہودیوں اور اسرائیل کی اس لیے مخالفت کرتے ہیں تا کہ ان کی حقیقت پر پردہ پڑا رہے۔ ایرانی حکومتی حلقوں میں اس انکشاف پر بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔'' [روزنامہ ''جنگ'' ملتان، 7، اگست 2011ء]

خمینی صاحب اور اثناء عشری شیعوں کے کفر اور ارتداد پر عالم اسلام کے متبحر اصحاب فتاویٰ کے فتاویٰ جات ماہنامہ ''بینات'' اور دیگر وقیع جرائد کی خصوصی اشاعتوں میں بارہا طبع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں، الغرض اثناء عشری شیعوں بالخصوص خمینی کے کافر و زندیق اور مرتد ہونے پر اساطین علم متفق الرائے ہیں اور کم از کم خمینی کے کفر و ارتداد میں برصغیر کے کسی مستند عالم کا اختلاف سامنے نہیں آیا۔

بایں ہمہ ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کے چیئرمین جناب محمد خان شیرانی صاحب، خمینی صاحب کو ملت اسلامیہ کا امام کہتے ہیں، خمینی صاحب کو عظیم مسلمان سیاسی رہبر مانتے ہیں، خمینی صاحب کی برسیوں میں مہمان خصوصی اور صدر کی حیثیت سے شرکت کرتے ہیں، جب خمینی صاحب کا نام زبان پر لاتے ہیں تو ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہتے ہیں، اثناء عشری شیعوں کو مسلمان سمجھتے ہیں، مشہور اثناء عشری شیعہ لیڈر ساجد نقوی کو مصلائے امامت پر خود کھڑا کر کے اس کی اقتدا میں نماز ادا کر چکے ہیں، جا بجا اہل تشیع کی وکالت کرتے ہیں، یہاں تک کہ کبیر والہ کی ایک مجلس میں (بروایت محترم حافظ عرفان احمد عمرانی صاحب نیوز ایڈیٹر: روزنامہ اسلام ملتان) شیرانی صاحب نے کہا'' جو شیعوں کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے۔'' اسلامی شعائر کا مذاق اڑانا اور مدارس کے طلباء پر پھبتیاں کسنا بھی شیرانی صاحب کے لیے معمول کی بات ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اس طرح کے گمراہ کن نظریات کے حامل شخص کی نہ صرف یہ کہ اہل سنت کی صفوں میں کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کی اسلام سے وابستگی بھی سوالیہ نشان ہے۔

مسطورہ صورتحال ارباب مدارس اور اصحاب علم سے مستور نہیں ہے، مگر تعجب ہے کہ بعض وہ مدارس اور جامعات جن کی دیواریں نظریات کی مضبوط اساسوں پر استوار ہیں، کے ذمہ داران بھی شیرانی صاحب جیسے بے رہرو شخص کو مدعو کرنے لگے اور طلباء میں ان کے بیانات کروانے لگے ہیں، نظریاتی سیاست سے بالاتر ہو کر زر اور روایتی سیاست کے حامل افراد یہ کام کریں تو حیرت نہیں، مگر یہ اقدامات جب ان حضرات کی طرف سے سرزد ہوں جنہیں نظریات کا محافظ سمجھا جاتا ہے تو اسے کیا عنوان دیا جائے؟

دینی مدارس کی بنیاد ہی اسی غرض کے لیے ہے کہ ان میں زیرِ تعلیم طلباء نظریاتی سرحدوں کے محافظ بنیں، دین پر ہونے والے حملوں کا بھرپور اور مؤثر دفاع کریں، معاشرے میں اٹھنے والی اور پنپنے والی گمراہیوں کی نشاندہی کر کے ان کا جاندار رد کریں، حق و باطل کی شناخت کریں، باطل کے وسوسوں کو نئی نسل پر اثر انداز ہونے سے بچائیں، اہل حق کی صفوں میں گھسے اہل باطل کا نقاب الٹیں اور قوم کو ان کی فریب کاریوں سے تحفظ فراہم کریں اور یہ تمام امور صلہ و ستائش سے بالاتر ہو کر اور بلاخوف لومۃ لائم سرانجام دیں اور اس حقیقت کے اعتراف میں ارباب انصاف کو ذرا باک نہیں کہ یہ کام مدارس میں قابل رشک حد تک ہو رہا ہے اور ہمارے اکابر، شیوخ حدیث اور اساتذہ کی انتھک جدوجہد، نا قابل فراموش کاوشیں اور سعی پیہم، ہم اصاغر کے لیے قابل فخر ہیں، مگر افسوس اس پر ہے کہ مدارس کے بعض ارباب اہتمام اپنے ذاتی مفادات کے پیش نظر مدارس کی ساکھ بھی داؤ پر لگا رہے ہیں، شیوخ حدیث اور اساتذہ کی دینی اور مسلکی منہج فکر پر ذہن سازی کی کاوشوں کو بھی محو کر رہے ہیں اور طلباء میں بھی آزاد خیالی، ذہنی بے راہ روی اور مسلکی بے حمیتی کا بیج بو رہے ہیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے ارتکاب کے مجرم اور ناموس رسالت کا دفاع کرنے والوں کو برابر کا اعزاز دیا جائے اور دونوں کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' کی دعائیں دی جائیں تو یہ کون سا اسلام ہے؟ خمینی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برملا توہین کی۔ ان مقدس ہستیوں کو گالیاں دینا عبادت سمجھا اور اسی خمینی کو شیرانی صاحب اب تک اپنا امام تسلیم کرتے ہیں اور کھلم کھلا اس کا اظہار کرتے پھر رہے ہیں اور پھر اسی شیرانی صاحب کے حوالے ہم اپنا وہ منبر ومحراب سپرد کر دیں جو ہمارے اکابر کی علمی و تربیتی جولانگاہ ہے تو یہ کون سی دین و مسلک کی خدمت ہے؟

شاید بعض سطحی ذہن کے حامل حضرات یہ سوچیں کہ دار العلوم دیوبند اور بعض بڑے جامعات میں غیر مسلم زعماء تک کے بیان کرنے کی مثال موجود ہے تو عرض خدمت ہے کہ [الف] دار الحرب میں بعض ایسی مجبوریاں جو بے بس کر دینے والی ہوں ان کا معاملہ جداگانہ ہے۔ [ب] اگر غیر مسلم زعماء اور آزاد روایتی سیاستدان جب مدارس میں بیان کریں گے تو نظریات و مسلک کا کوئی نقصان نہیں ہوگا کیونکہ طلباء اور عوام دینی نکتۂ نظر سے ان کا بیان سنتے ہی نہیں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودیوں سے معاہدہ اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کی کانگریس میں شرکت اسی نوع سے تعلق رکھتے ہیں، مگر جب کسی صاحب کو دینی راہنما کے طور پر متعارف کرایا جائے، مذہبی لیڈر کی حیثیت سے وہ شہرت رکھتا ہو، اہل سنت کی ایک مقتدر تنظیم کا وہ صوبائی راہ نما ہو، اسلامی نظریاتی کونسل کا نام نہاد سنی، دیوبندی چیئرمین کے عنوان سے مشہور ہوا اور انہی حیثیتوں سے مدارس کے طلباء کو خطاب کرے، مگر نظریات گمراہ کن ہوں تو ان کا بیان طلباء پر کون سے مثبت اثرات مرتب کرے گا؟

دینی مدارس کے ارباب اہتمام اور شیوخ سے ہماری عاجزانہ التماس ہے کہ وہ شیرانی صاحب جیسے کجرو، دین بے زار اور مسلک کی دیواروں میں دراڑیں ڈالنے والے شخص کو کسی قسم کا اعزاز دے کر اس کا حوصلہ بڑھانے کی بجائے اس کی بھرپور مزاحمت کریں، اس کے نظریات سے برملا بیزاری کا اظہار کر کے اس کی بیخ کنی میں اپنی تمام کوششیں بروئے کار لائیں، طلباء اور عوام کے روبرو شیرانی صاحب کے افکار سے برأت کا اعلان کریں، تاکہ اپنے پرائے سب آگاہ ہوں کہ شیرانی صاحب اہل سنت کے ترجمان ہرگز نہیں ہیں بلکہ اسلام دشمن قوتوں کی وکالت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

اس حوالے سے ہم نے اگر خدانخواستہ اپنا رویہ نہ بدلا اور یوں ہی شیرانی صاحب کو اعزاز دیتے رہے، انہیں اسلاف کا مقام دیتے رہے اور خود ساختہ مصلحتوں کے آڑے مسلکی بنیادوں کو کھوکھلا کرتے رہے تو ہم شیرانی صاحب کے مکروہ عزائم کی تکمیل اور اس کے مردود افکار کی اشاعت میں برابر کے مجرم ہوں گے۔ توقع ہے کہ اصحاب مدارس ہماری اس جسارت کو معاف کرتے ہوئے اپنی روش پر نظر ثانی کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے۔ وماتوفیقی الا باللہ